دار العلوم دیوبند کا ترجمان

ماہنامہ

دار العلوم

شمارہ: ۱	ربیع الاوّل ۱۴۳۷ھ مطابق جنوری ۲۰۱۶ء	جلد: ۱۰۰

مدیر	نگراں
حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب استاذ دار العلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی ابو القاسم صاحب نعمانی مہتمم دار العلوم دیوبند

ترسیل زر کا پتہ: دفتر ماہنامہ دار العلوم دیوبند۔ ۲۴۷۵۵۴ یوپی

Tel. : 01336-222429 Fax : 01336-222768
Web : http://www.darululoom-deoband.com
www.darululoom-deoband.com/urdu/magazine
E-mail: info@darululoom-deoband.com

DARUL ULOOM Monthly (Urdu)
R. N. I. No.: 2133/57
Vol. No. 100, Issue No. 1, January 2016 जनवरी 2016
Printer Publisher :- Maulana Abul-Qasim Numani
Editor :- Maulana Habibur Rahman Azmi
Owner :- Darul Uloom Grush.
Place of Publication :- Deoband, Saharanpur, U.P.
Printed at: Mukhtar Printing Press Mohalla Bar Ziyaul Haq
Talehari Chungi. Deoband, Saharanpur. U.P.

Rs. 20/=	Annual Subscription Rs. 200/=

سعودی عرب، افریقہ، برطانیہ، امریکہ، کناڈا وغیرہ سے سالانہ -/۱۰۰ اروپئے
بنگلہ دیش سے سالانہ -/۵۰۰ روپئے، پاکستان سے ہندوستانی رقم -/۵۰۰ روپئے

فہرست مضامین

صفحہ	نگارش نگار	نگارش	نمبرشمار
۳	حبیب الرحمٰن اعظمی	حرفِ آغاز	۱
۶	مفتی محمد راشد ڈسکوی	۶۳ سالہ حیاتِ نبوی ﷺ کی ایک جھلک	۲
۱۳	مولانا سمیع اللہ سعدی	دورِجدید کا فقہی ذخیرہ	۳
۲۷	مولانا غازی عبدالرحمٰن قاسمی	فنِ تحقیق اور عصری تقاضے	۴
۴۲	مولانا مفتی عمر فاروق لوہاروی	خیر الکلام فی کشف أوہام الأعلام	۵
۵۵	مولانا اشتیاق احمد قاسمی	نئی کتاب	۶

ختم خریداری کی اطلاع

- ○ یہاں پر اگر سرخ نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔
- ہندوستانی خریدار منی آرڈر سے اپنا چندہ دفتر کو روانہ کریں۔
- چونکہ رجسٹری فیس میں اضافہ ہوگیا ہے۔اس لیے وی پی میں صرفہ زائد ہوگا۔
- پاکستانی حضرات جناب مولانا شیر محمد صاحب ناظم جامعہ مدنیہ، کریم پارک، راوی روڈ، لاہور کو اپنا چندہ روانہ کریں۔
- ہندوستان و پاکستان کے تمام خریداروں کو خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

حبیب الرحمٰن اعظمی

۱۳/نومبر ۲۰۱۵ء کو پیرس پر نام نہاد ''داعش'' کے حملوں سے فرانس ہی نہیں پوری دنیائے انسانیت لرز گئی، آج سے تقریباً ڈیڑھ دہائی قبل ۱۱/ستمبر کو امریکہ میں واقع دہشت گردی کے سانحہ کے بعد ایک بار پھر بین الاقوامی برادری بالخصوص امریکہ اور یورپ میں دہشت کے انسانیت کُش مسئلہ پر بڑی شد ومد اور تیز وتند بحث چھڑ گئی، ظاہر ہے اس طرح کے خونریز حملوں کو کسی بھی صورت میں صحیح نہیں ٹھہرایا جاسکتا ہے؛ اس لیے اس انسانیت کش مسئلہ پر پوری سنجیدگی اور دردمندی کے ساتھ بحث ہونی چاہیے۔

اگرچہ اس پندرہ سالہ وقفہ کے دوران ایشیا، افریقہ وغیرہ کے مختلف ممالک اور شہروں میں دہشت گردی اور ناحق قتل وخوں ریزی کے بڑے بڑے روح فرسا حادثے رونما ہوئے، ہندوستان کے عروس البلاد ممبئی میں ۲۶/نومبر ۲۰۰۸ء کے حملہ کی دہشت ناکی پیرس میں واقع حالیہ حادثہ سے کم نہیں تھی، پھر بھی امریکہ اور یورپ نے اس پر اس سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کیا جس کی توقع کی جارہی تھی اور اسے خطہ کی دو حریف طاقتوں کی کش مکش کا شاخسانہ قرار دے کر نظر انداز کردیا؛ بہرحال اب وقت آگیا ہے کہ اقوامِ عالم سر جوڑ کر بیٹھیں اور سچے دل سے انسانیت کے گلے کا پھندا بنی اس بلا کو نیست ونابود کرنے کے لیے متفقہ طریقۂ کار طے کریں۔

یہ کس قدر تعجب خیز اور حیرت ناک امر ہے کہ آج تک عالمی برادری کا اس پر اتفاق نہیں ہوسکا ہے کہ دہشت گردی ہے کیا؟ ہر ملک، حکومت، سیاسی وغیر سیاسی پارٹیاں اور تنظیمیں، اپنے اپنے حالات، گردوپیش کے ماحول اور ذہنی تحفظات کے تحت الگ الگ تعریفیں بیان کررہی ہیں، اب سے تقریباً گیارہ سال پہلے اس وقت کے اقوام متحدہ کے جنرل سکریٹری نے دہشت گردی کی تعریف وتشریح یوں کی تھی: ''کوئی مسلح گروہ کسی ملک کی حکومت، یا کسی قوم کی رعیت سے

اپنے مطالبات منوانے کے لیے، یا کسی بین الاقوامی ادارے کو اس کے فرائض کی انجام دہی سے روکنے کے لیے جب نہتے عوام اور بے قصور شہریوں کی جانیں لے، یا ان کو جسمانی نقصان پہنچائے تو اس کو دہشت گردی کہا جائے گا“۔

اقوام متحدہ کی اس تعریف میں گوریلا جنگ اختیار کرنے، یا فوجی ٹھکانوں کو نشانہ بنانے یا فوجی قافلوں پر شب خون مارنے کو دہشت گردی میں شامل نہیں کیا گیا ہے۔اسی طرح اس رپورٹ میں سرکاری دہشت گردی کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے؛ حالاں کہ آج کی دنیا میں ہٹلر کی پہچان ایک سرکاری دہشت گرد کی حیثیت سے ہی ہوتی ہے۔

۹/۱۱ سانحہ کے بعد اسی سرکاری وسیاسی دہشت گردی کے ذریعہ افغانستان کو تہس نہس کردیا گیا، تباہ کن ہتھیاروں کے مبینہ ذخائر کے بہانے عراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی اور اس کے قومی صدر کو تختۂ دار پر چڑھا دیا گیا، امریکہ اور مغرب کی بیجا دخل اندازیوں کی بنا پر تیونس اور یمن سربراہوں کو جلاوطنی اختیار کرنی پڑی، لیبیا کے کرنل قذافی کو بے رحمی سے قتل کردیا گیا، ایک محتاط اندازے کے مطابق امریکی اور ناٹو کی بمباریوں میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد دس لاکھ سے زائد ہے۔ برطانیہ کے سابق وزیراعظم ٹونی بلیر نے (جو عراق کی تباہی میں امریکہ کے رفیق اور شریک کار تھے) عراق پر حملے کے لیے معافی مانگ کر داعش کے فروغ کے لیے امریکہ کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے، واقعہ بھی یہی ہے کہ ایک ملک اپنے مفاد میں دوسرے ملک کے خلاف مسلح جدوجہد کرنے کے لیے جاں بازوں کی تربیت کرتا ہے، جو انجام کار دہشت گرد بن جاتے ہیں، افغانستان، پاکستان، عراق، یمن، شام کے حالات اس کے شاہد ہیں۔

آخر یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ امریکہ اور یورپ کی چیرہ دستیوں اور دہشت گردیوں سے ایک عالم نالاں وہراساں ہے پھر بھی وہ حقوقِ انسانی کے محافظ اور پاسبان کہلاتے ہیں!

اسرائیل اپنے وجود کے روزِ اوّل سے دہشت گردی میں ملوث ہے؛ بلکہ دنیا میں باقاعدہ دہشت گردی اسرائیلی صہیونیوں کے بطن ہی سے پیدا ہوئی ہے جس کے نتیجے میں آج فلسطین کا چپہ چپہ مظلوم فلسطینیوں کے خون سے رنگین ہے، اور یہ دریائے خون بڑھتے بڑھتے مشرق وسطیٰ کے پورے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے؛ مگر امریکہ اور یورپ کو اسرائیل کی یہ دہشت گردی نظر نہیں آرہی ہے؛ بلکہ اپنے حقوق کے لیے ظالم اسرائیل کی مزاحمت کرنے والے مجبور ومظلوم فلسطینیوں کو الٹے دہشت گرد بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ خود اپنے ملک ہندوستان میں نام زد دہشت گردوں اور آتنگ وادیوں نے پندرہ سال کی مدت میں اتنا خون نہیں

بہایا ہوگا جتنا خون امن وسلامتی کے نگہبانوں نے گجرات میں پندرہ دنوں میں بہادیا۔فسادات کی تحقیقات سے متعلق رپورٹیں شاہد ہیں کہ جبل پور، بھیونڈی، ممبئی، بھاگلپور وغیرہ شہروں میں ایک خاص طبقہ کی نسل کُشی میں سیاسی دہشت گردی کا ہاتھ تھا۔

واقعات ومشاہدات اور زمینی حقائق یہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے ،مگر مشہور مثل کے مطابق ’’نزلہ برعضوِضعیف می ریزد‘‘ ایشیا ہو یا یورپ، امریکہ ہو یا مشرقِ وسطیٰ، کہیں بھی برپا تشدد کو مسلمانوں سے جوڑ دیا جاتا ہے؛ چنانچہ پیرس میں ہونے والے دہشت گردانہ حملوں کے بعد (جو کہ قابلِ صد مذمت اور انسانیت سوز ہیں) کوئی اور نہیں؛ بلکہ اپنے آپ کو سب سے بڑا روادار جتلانے والے امریکی صدر براک اوبامہ نے اسی بات کو دوہرایا کہ ’’مسلمانوں اور اسلامی ملکوں کے سربراہوں نے کھل کر حملوں کی مذمت نہیں کی‘‘ داعش جیسے دہشت گردوں کے خلاف مسلمانوں کو اٹھ کھڑا ہونا ہوگا ،مسلمانوں کو اپنے گریبان میں جھانکنا ہوگا۔

خوداحتسابی تو مسلمانوں کا مذہبی شیوہ ہے، وہ ایک بار نہیں سوبار اپنے گریبان میں جھانکتے ہیں اور جھانکتے رہیں گے؛ البتہ کیا صدر امریکہ کے لیے یہ زیب نہیں ہے کہ وہ قوم مسلم کو نصیحت دینے کے بجائے خود اپنے گریبان میں جھانکیں؟ ،امریکہ کی اسلام مخالف پالیسیوں کے طرف دار وشریکِ کار برطانیہ کے سابق وزیراعظم ٹونی بلیر نے صاف لفظوں میں دنیا پر ظاہر کردیا ہے کہ داعش کے فروغ میں امریکہ کا ہاتھ ہے، علاوہ ازیں یہ بات بھی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ ’’طالبان، اور القاعدہ‘‘ کی نشوونما میں بھی امریکہ ہی ملوث ہے۔

اس لیے صدر امریکہ ہی نہیں؛ بلکہ بین الاقوامی برادری سے ہم مخلصانہ طور پر کہتے ہیں کہ اگر وہ واقعی طور پر دنیا کو دہشت گردی کی بلا سے نجات دلانا چاہتے ہیں تو اپنے فکروعمل کے نہج میں تبدیلی پیدا کریں اور اسلام مخالف نظریہ کے بجائے عدل وانصاف کی راہ اختیار کریں، اپنے اور پرائے کی تفریق کو پس انداز کرکے حق وباطل، ظالم ومظلوم کو سامنے رکھ کر فیصلہ کریں، ورنہ دنیا کے ایک بڑے حصے کو احساسِ مظلومی میں مبتلا رکھتے ہوئے اس بلا سے چھٹکارا حاصل کرنے کی ساری کوششیں رائگاں جائیں گی۔

یہ آگ سلگتی ہے جتنی اتنا ہی دھواں کم دیتی ہے
احساسِ ستم بڑھ جاتا ہے تو شورِفغاں کم ہوتا ہے

❁ ❁ ❁

۶۳ سالہ حیاتِ نبوی ﷺ کی ایک جھلک

از:　مفتی محمد راشد ڈسکوی
رفیق شعبۂ تصنیف وتالیف واستاذ جامعہ فاروقیہ کراچی

سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پیر کے روز صبح صادق کے وقت ربیع الاول، عام الفیل ۔ بمطابق اپریل ۵۷۱ء میں ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے چند مہینے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ محترم ''عبداللہ'' کی وفات ہوگئی، آپ کے داداجان ''عبدالمطلب'' کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی ''محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب'' ہے،اور آپ کی والدہ محترمہ '' آمنہ کی طرف سے آپ کا نام ''احمد'' تجویز ہوا۔ ابولہب کی آزاد کردہ باندی ''ثویبہ رضی اللہ عنہا'' کے چند دن دودھ پلانے کے بعد شرفاءِ قریش کی عادت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو''حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا'' کی رضاعت میں دے کر مضافاتِ مکہ میں بھیج دیا،اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ دن کے تھے۔

ولادت کے چوتھے سال شقِ صدر کا واقعہ پیش آیا،مؤرخین لکھتے ہیں کہ شق صدر کا واقعہ چار بار پیش آیا،ایک: زمانہ طفولیت میں حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس، دوسری بار دس سال کی عمر میں پیش آیا۔(فتح الباري: ۱۳/ ۴۸۱)تیسری بار: واقعۂ بعثت کے وقت پیش آیا۔(مسند أبي داؤد الطيالسي، ص: ۲۱۵) اور چوتھی بار: واقعۂ معراج کے موقع پر۔(صحيح البخاري، رقم الحديث: ۳۴۹)۔ بعض نے پانچویں بار کا شق صدر بھی ذکر کیا ہے؛لیکن وہ صحیح قول کے مطابق ثابت نہیں ہے۔(سیرۃ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:۱/۷۵) آپ تقریبا چھ سال تک ''حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا'' کی پرورش میں رہے۔

ولادت کے چھٹے سال آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ نے اپنے میکے میں ایک ماہ کا قیام کیا، وہاں سے واپسی پر مقام ابواء میں ان کا انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوئیں۔(شرح المواهب للزرقاني:۱/۱۶۰)

ولادت کے ساتویں سال آپ اپنے دادا عبد المطلب کی تربیت میں پروان چڑھتے رہے۔

اور **ولادت کے آٹھویں سال** ''دادا محترم'' کا انتقال ہوگیا، دادا کے انتقال کے بعد آپ اپنے چچا ''ابوطالب'' کی پرورش میں آگئے۔ (طبقات ابن سعد: ۱/۷۴)

اور **ولادت کے بارھویں سال** آپ نے اپنے چچا کے ساتھ شام کے پہلے تجارتی سفر میں شرکت کی، اسی سفر میں بحیرہ راہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پیش گوئی بھی دی۔ (الخصائص الکبری: ۱/۸۴)

اور **ولادت کے چودہویں سال** یا پندرہویں سال اور بعض روایات کے مطابق بیسویں سال عربوں کی مشہور لڑائی ''حرب الفجار'' پیش آئی، اس جنگ میں آپ اپنے بعض چچاؤں کے اصرار پر شریک تو ہوئے؛ لیکن، قتال میں حصہ نہیں لیا۔ (روض الانف: ۱/۱۲۰)

اور ولادت کے سولہویں سال میں آپ نے اہل مکہ کے (پانچ خاندانی معاہدے) ''حِلف الفضول'' نامی معاہدے میں شرکت کی۔

اور ولادت کے پچیسویں سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کر تجارت کا دوسرا سفر شام کی طرف کیا، سفر سے واپسی پر اس سفر میں پیش آنے والے واقعات، تجارتی نفع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و واقعات سن کر دو مہینہ اور پچیس روز کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو نکاح کا پیغام بھجوا کر آپ سے نکاح کر لیا۔ (طبقات ابن سعد: ۱/۸۳)

اور ولادت کے پینتیسویں سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی ہونے والی تیسری تعمیر کے وقت حجرِ اسود کو اپنے دستِ اقدس سے نصب فرما کر خانہ جنگی کے لیے کمربستہ قبائل قریش کے درمیان باہمی محبت والفت پیدا فرمادی اور اس کٹھن مرحلے کو بحسن وخوبی انجام تک پہنچایا۔ (سیرت ابن ہشام: ۱/۶۵)

حیات طیبہ کے انتالیس سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار ایسا بے مثال رہا کہ اپنے تو اپنے؛ بلکہ غیروں کی زبان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صادق اور امین ہیں۔

ولادت کے چالیسویں سال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ وقت غار حرا میں گزارا، یہاں ہی آپ کے سر پر نبوت کا تاج رکھا گیا۔

نبوت کے پہلے سال غارِ حرا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ علق کی پہلی پانچ آیات نازل ہوئیں، (شرح المواہب: ۱/۲۰۷) باتفاق مؤرخین آپ کو نبوت اتوار کے دن عطا ہوئی؛ لیکن مہینہ کے بارے میں مؤرخین کا اختلاف ہے، ابن عبدالبرؒ کے نزدیک آٹھ ربیع الاول کو نبوت سے سرفراز ہوئے، اس قول کی بنا پر بہ وقت بعثت آپ کی عمر چالیس سال تھی؛ جب کہ ابن اسحاقؒ کے قول کے مطابق سترہ رمضان کو آپ کو نبوت ملی، اس قول کے مطابق بوقتِ بعثت آپ کی عمر چالیس سال اور چھ ماہ تھی، حافظ ابن حجرؒ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ (فتح الباری، کتاب التعبیر :۱۲/۳۱۳)

نبوت کے دوسرے سال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ تبلیغ فرماتے رہے، اسی سال حضرت خدیجہ، حضرت ورقہ بن نوفل، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت جعفر بن ابی طالب، حضرت عفیف کندی، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت خالد بن سعید، حضرت عثمان بن عفان، حضرت عمار، حضرت صہیب، حضرت عمرو بن عنبسہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ یہ سب اور کچھ دیگر حضرات صحابہ سابقین اولین صحابہ کہلاتے ہیں۔

نبوت کے تیسرے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنیٰ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت اسامہ کی ولادت ہوئی۔

نبوت کے چوتھے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علی الاعلان دعوتِ دین دینے کا حکم ہوا، جس کی بنا پر کفار خصوصاً قریش کی طرف سے بھی کھلم کھلا دشمنی، اور بغض وعداوت کا مظاہرہ ہونے لگا اور اسی سال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔

نبوت کے پانچویں سال حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے، اسی سال حبشہ کی طرف پہلی اور دوسری ہجرت ہوئی، پہلی ہجرت میں گیارہ مرد اور پانچ عورتیں شامل تھیں۔ (فتح الباری: ۱/۱۸۰) اور دوسری ہجرت میں چھیاسی مرد اور سولہ عورتیں شامل تھیں۔ (سیرۃ ابن ہشام: ۱/۱۱۱) اسی سال حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو ابوجہل ملعون کے ہاتھوں شہادت نصیب ہوئی، یہ اسلام کی خاطر شہید ہونے والی پہلی خاتون ہیں۔

نبوت کے چھٹے سال حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما مشرف بہ اسلام ہوئے اور ان کی برکت سے مسجدِ حرام میں نماز اعلانیہ ادا کی گئی۔ (شرح المواہب: ۱/۲۷۶)

نبوت کے ساتویں سال مقاطعۂ قریش کا واقعہ پیش آیا، آپ علیہ السلام کے ساتھ بنو ہاشم

اور بنو مطلب شعب ابی طالب میں محصور کر دیے گئے، اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی۔ (روض الانف: ۲۳۲/۱)

نبوت کے آٹھویں سال مشرکینِ مکہ کے مطالبہ پر شقِ قمر کا بے مثال معجزہ رونما ہوا، (البدایہ والنہایہ: ۱۱۸/۳)

نبوت کے نویں سال میں بھی شعب ابی طالب میں ہی محصور رہے۔

نبوت کے دسویں سال مقاطعہ ختم ہوا (طبقات ابن سعد: ۱۳۹/۱) اور اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا انتقال ہوا۔ ان کے انتقال کے تقریباً تین یا پانچ دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کو عامُ الحزن قرار دیا (شرح المواہب: ۲۹۱/۱)۔ اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے ہوا، اور اسی سال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں؛ لیکن رخصتی نہیں ہوئی۔ اور اسی سال واقعۂ طائف بھی پیش آیا (البدایہ والنہایہ: ۱۳۵/۳)۔

نبوت کے گیارہویں سال مدینہ سے آنے والے حاجیوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے تقریباً چھ آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے، اس سے انصار کے اسلام کا آغاز ہوا (البدایہ والنہایہ: ۱۴۸/۳)۔

نبوت کے بارھویں سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی اور اسی موقع پر امت پر پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ اسی سال بیعت عقبۂ اولیٰ ہوئی۔ اس میں ۱۲ اَفراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (شرح المواہب: ۳۱۶/۱)

نبوت کے تیرھویں سال بیعت عقبۂ ثانیہ ہوئی، جس میں ۷۳ مرد اور ۲ عورتوں نے اسلام قبول کیا۔ اسی سال مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت مل گئی۔ اسی سال قریش نے نعوذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی سازش سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں سے ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ اجازت ملنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

حیاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مدنی دور

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد کی حیاتِ مبارکہ کا دور ''مدنی دور''

کہلاتا ہے، جوکہ بڑا تابناک دور ہے، جس میں آپ علیہ السلام کی اَن تھک کوششوں، محنتوں اور قربانیوں کے سبب اسلام کو غلبہ نصیب ہوا، آپ علیہ السلام کی جاںنثار جماعتِ قدسیہ کے سرفروشوں نے اسلام کی نشر واشاعت کے لیے آپ علیہ السلام کے اشاروں پر اپنا تن من دھن سب کچھ لٹا دیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ آپ علیہ السلام کے اس بے مثال دور کا نقشہ کھینچنے کی منظرکشی اتنی طویل ہے کہ شاید کئی ضخیم مجلدات کا پیٹ بھی اس موضوع کو اپنے میں نہ سما سکے، ذیل میں بہت ہی اختصار کے ساتھ ہجرت کے بعد کی زندگی کو اشارۃً بطورِ ایک جھلک کے پیش کیا جاتا ہے۔

ہجرت کا پہلا سال: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تین دن تک غارِ ثور میں رُوپوش رہنے کے بعد یکم ربیع الاوّل مدینہ کی جانب ہجرت کی، اسلام کی پہلی مسجد مسجدِ قبا، کی بنیاد رکھی، مدینے کے یہودی اور آس پاس کے رہنے والے قبیلوں سے امن اور دوستی کے عہد نامے لکھائے گئے۔ اسی سال حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اسی سال مسجد نبوی کی بھی تعمیر کی گئی۔ اذان واقامت کی ابتدا، بھی کی گئی۔ انصار اور مہاجرین کے درمیان ایک مثالی بھائی چارہ قائم ہوا، جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی۔ اسی سال شوال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی بھی ہوگئی۔

ہجرت کے دوسرے سال مسلمانوں پر جہاد فرض ہوا، رمضان کے روزے، زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور عیدین کی نمازیں فرض ہوئیں۔ مسجد اقصیٰ کے بجائے بیت اللہ کو جہتِ قبلہ قرار دیا گیا۔ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا کا وصال بھی اسی سال ہوا۔ حق وباطل کا پہلا غزوہ بدر بھی اسی سال پیش آیا۔

ہجرت کے تیسرے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہا سے اور اس کے بعد حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی، آپ کی لختِ جگر حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے نکاح ہوا۔ گستاخِ رسول کعب بن اشرف اور ابورافع کو جہنم رسید کیا گیا۔ اسی سال غزوۂ اُحد کا واقعہ پیش آیا۔

ہجرت کے چوتھے سال بنونظیر کی جلاوطنی ہوئی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی، اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ اور شراب کے

حرام ہونے کا حکم بھی اسی سال نازل ہوا۔

ہجرت کے پانچویں سال شرعی پردہ کا حکم نازل ہوا، زنا کی سزا کا حکم ہوا، صلاۃ الخوف کی مشروعیت ہوئی، تیمّم کی اجازت ملی، واقعۂ اِفک ہوا اور اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں سورۃ النور نازل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا۔ غزوۂ خندق، غزوۂ بنی مصطلق اور غزوۂ بیر معونہ پیش آیا، جس میں ۷۰ حفاظ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دھوکے سے شہید کیا گیا۔

ہجرت کے چھٹے سال مالدار مسلمانوں پر حج فرض ہوا۔ سورۃ الفتح نازل ہوئی۔ اسی سال حدیبیہ کی صلح ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۴۰۰ اصحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ہمراہ حج کے لیے روانہ ہوئے، صلح حدیبیہ سے واپسی کے بعد دیگر ممالک کے بادشاہوں کو دعوتی خطوط روانہ فرمائے۔ اسی سال مدینہ منورہ میں قحط پڑا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے دور ہوا۔

ہجرت کے ساتویں سال غزوۂ خیبر پیش آیا۔ اس غزوہ سے واپسی پر لیلۃ التعریس کا واقعہ پیش آیا، جس میں پورے لشکر کی نماز فجر قضا ہوگئی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ ایک یہودی عورت زینب بنت حارث کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دینے کی کوشش کی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان، حضرت میمونہ بنت حارث، اور حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ کی آخری زوجہ ہیں۔

ہجرت کے آٹھویں سال حضرت خالد بن ولید اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما مشرف بہ اسلام ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ القضاء فرمایا، غزوہ موتہ اور فتح مکہ کا عظیم الشان واقعہ پیش آیا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ غزوۂ حنین وطائف ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ نے اسلام قبول کیا۔ اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

ہجرت کے نویں سال غزوۂ تبوک پیش آیا اور اس غزوہ سے واپسی پر منافقین کی بنائی ہوئی مسجدِ ضرار کو منہدم کردیا گیا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی سلول کی موت ہوئی۔ اس سال ستر/۷۰ سے زائد وفود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سورۃ التوبہ نازل ہوئی۔ اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج سے ایلا کیا اور قسم کھائی کہ ایک مہینہ تک تمہارے

قریب نہیں آؤں گا۔ اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے سے گرے، جس کی وجہ سے دائیں پہلو اور پنڈلی پر خراش آئی، اسی سال حج فرض ہوا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنا کر تین سو افراد کے ساتھ حج کے لیے بھیجا گیا۔

ہجرت کے دسویں سال مسیلمہ کذاب نے اور اسود عنسی نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ اس خطبے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن موجود تھیں، جن کی تعداد ۹ تھی۔ اور صحابۂ کرامؓ کی تعداد ۱۰۰،۰۰۰ (ایک لاکھ) سے متجاوز تھی۔ اس موقع پر اسلام کے سارے اصول سمجھا دیے گئے۔ جاہلیت کی رسموں کو اور شرک کی باتوں کو ملیا میٹ فرما دیا اور امت کو الوداع کہتے ہوئے پوری امتِ مسلمہ بلکہ پوری کائنات کو یتیم کرتے ہوئے اپنے محبوبِ حقیقی اللہ جَلَّ جلالُہٗ سے جا ملے۔

إنا لله وإنا إليه راجعون.

❁ ❁ ❁

دورِ جدید کا فقہی ذخیرہ

(۱)

از: مولانا سمیع اللہ سعدی

فقہ اسلامی زمانۂ تدوین سے لے کر عصرِ حاضر تک مختلف مراحل سے گزری، اس پر متنوع انقلابات آئے، فقہ اسلامی کے طرزِ تصنیف اور طریقۂ تدریس میں نوع بنوع تبدیلیاں واقع ہوئیں، فقہائے کرام نے ہر دور کے مطابق فقہ اسلامی کے گرانقدر ذخیرے کی تہذیب و تنقیح کی، ہر دور کے علمی مزاج و مذاق کے مطابق کتبِ فقہ کے طرزِ تصنیف، اسلوبِ تحریر، ترتیب مباحث، تحریر مسائل اور تقریر ادلہ میں فقہ اسلامی کے دائرے میں رہتے ہوے مفید تبدیلیاں کیں، یہی وجہ ہے کہ فقہ اسلامی کی طویل تاریخ پر عمیق نگاہ ڈالنے سے مختلف ادوار سامنے آتے ہیں، ان مختلف مراحل سے واقفیت اور ہر دور کی خصوصیات سے آگاہی فقہ اسلامی کے طالب علم کے لیے انتہائی ضروری ہے، ان مختلف ادوار و مراحل میں فقہ اسلامی کا دورِ جدید مختلف وجوہات کی بنا پر سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے(۱)، اس مضمون میں ہم دور جدید کے فقہی ذخیرے اور اس کی متنوع خصوصیات پر ایک تحقیقی نگاہ ڈالنے کی کوشش کریں گے۔

دور جدید کی ابتداء

فقہ اسلامی کی تاریخ کو ادوار و مراحل میں تقسیم کرنے والے کم و بیش تمام معاصر مورخین کے مطابق فقہ اسلامی کے دور جدید کا آغاز ''مجلۃ الاحکام العدلیہ'' کی تصنیف سے ہوتا ہے۔(۲)

مجلّہ کی تصنیف کا پس منظر یہ تھا کہ خلافتِ عثمانیہ میں عدالتیں فقہ حنفی کے مطابق فیصلے کیا کرتی تھیں، اس نظام میں جج حضرات کو عموماً فقہ حنفی کے وسیع ذخیرے میں مطلوبہ مبحث کی تلاش اور مفتی بہ قول کی تعیین میں کافی دقت کا سامنا کرنا پڑتا، اس پر مستزاد وقت بھی کافی خرچ ہوتا۔ اس کے علاوہ قدیم مصنّفین چونکہ قواعد وضوابط کو مستقلاً ذکر کرنے کی بجائے جزئیات کے ضمن میں ذکر کرتے تھے؛ اس لیے نئے مسائل کا فیصلہ کرتے وقت قواعد کا استخراج بھی انتہائی دقت طلب مرحلہ

ہوتا، ان مشکلات کو دیکھتے ہوئے خلافتِ عثمانیہ کے وزیرِ انصاف نے وقت کے جید فقہاء کی ایک کمیٹی تشکیل دی اور معاملات ونکاح کے ابواب کو قانونی ترتیب کے مطابق دفعہ وار مرتب کرنے کی ذمہ داری سونپی؛ چنانچہ کمیٹی نے اپنا کام شروع کیا اور سات سال کی محنتِ شاقہ کے بعد ۱۲۸۵ھ میں ایک مجموعہ تیار کیا، اس مجموعے کو "مجلة الاحکام العدلیہ" کا نام دیا گیا، اس کے مقدمے میں فقہ کے مختصر قانونی تعارف کے ساتھ فقہ اسلامی کے ننانوے ایسے بنیادی قواعد ذکر کیے گے، جن پر تقریباً فقہ کی پوری عمارت کھڑی ہے اور ان قواعد کا فقہ کے تمام ابواب کے ساتھ انتہائی مضبوط ربط ہے۔ اس پر مغز کے مقدمے کے بعد سولہ مرکزی عنوانات کے تحت ۱۸۵۱ دفعات میں معاملات کے تمام اہم ابواب کا ذکر کیا گیا ہے، ان تمام مسائل میں مفتی بہ اقوال لینے کی کوشش کی گئی ہے؛ البتہ بعض مسائل میں حالات وزمانہ کی ضروریات کے پیشِ نظر ضعیف و مرجوح اقوال بھی لیے گئے ہیں (۳)۔

مجلّہ کی تصنیف نے واقعی فقہ اسلامی کو جدید خطوط پر استوار کرنے کی داغ بیل ڈال دی، اس وقت سے لے کر آج تک فقہ اسلامی پر اچھا خاصا کام ہوا اور عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق فقہ اسلامی کا وسیع ذخیرہ سامنے آیا، ذیل میں اس جدید ذخیرے کی مختلف انواع واقسام کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلی قسم: جدید قانونی طرز کے مطابق فقہ اسلامی کی ترتیب وتدوین

فقہ اسلامی کی عام کتب کا طرز اور مباحث کی ترتیب جدید قانونی کتب سے کافی مختلف ہے، کتبِ فقہ میں فقہاء کے اختلافات، دلائل، قواعد کی بجائے فروع وجزئیات اور عموماً راجح ومرجوح کی تعیین کے بغیر مسائل ذکر کیے جاتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کتب سے کامل استفادہ اور راجح اقوال کا انتخاب ایک ماہر اور منجھا ہوا فقیہ ہی کر سکتا ہے، مجلّہ کی تصنیف کے بعد عالم اسلام میں فقہ اسلامی کی دفعہ وار ترتیب وتدوین کے رجحان میں کافی تیزی آئی، اور فقہاء نے تقنین کے جواز وعدم جواز پر طویل بحثیں کیں، اس کے ممکنہ طرق کا ذکر کیا، خاص طور پر عالم اسلام کے مایہ ناز فقیہ شیخ مصطفیٰ الزرقاء نے "المدخل الفقھی العام" میں تقنین کے حوالے سے مفصل اور پر مغز بحث کی ہے۔(۴)

ذیل میں اس حوالے سے چند مفید کاوشوں کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے:

۱- سعودی عرب کے معروف عالم شیخ احمد بن عبداللہ القاری نے سعودی حکومت کے ایماء پر فقہ حنبلی کے معاملات کے ابواب کو دفعہ وار مرتب کیا، یہ مجموعہ "مجلة الا حکام الشرعیہ علی

مذهب الامام احمد بن حنبل الشيباني“ کے نام سے موسوم ہوا، اس کی کل دفعات تقریباً ۲۳۸۴ ہیں۔

۲- مشہور فقیہ محمد قدری پاشا نے احوال شخصیہ یعنی نکاح، وقف اور معاملات کے ابواب کو فقہ حنفی کے مطابق دفعہ وار مرتب کیا اور اسے ”مرشد الحيران لمعرفة احوال الانسان“ کا نام دیا۔ اس کی کل دفعات تقریباً ۱۰۴۵ ہیں۔

۳- شیخ ابوزہرہ مرحوم نے نکاح وطلاق کے موضوع پر ”الاحوال الشخصيه“ کے نام سے ایک مفصل کتاب لکھی، اس کے آخر میں بھی مواد کو دفعہ وار لکھا۔

۴- مصر کے معروف عالم اور اخوان کے مشہور رہنما شیخ عبدالقادر عودہ شہید نے اسلام کے نظام جرم وسزا پر ”التشريع الجنائي مقارنا با لقانون الوضعي“ کے نام سے ایک مفید و مفصل کتاب لکھی، اس کے آخر میں تمام مسائل کو دفعات کی شکل میں ذکر کیا کل دفعات تقریبا ۶۸۹ ہیں۔

۵- پاکستان کی مشہور شخصیت ڈاکٹر تنزیل الرحمان نے ”مجموعہ قوانین اسلام“ کے نام سے چھ جلدوں میں اردو میں ایک کتاب لکھی، جس میں تمام اہم مسائل کو دفعات کی شکل میں لکھا گیا ہے۔

۶- ہندوستان میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا، کی طرف سے نکاح وطلاق کے مسائل دفعہ وار مرتب کیے گئے، یہ کاوش ”مجموعہ قوانین اسلامی“ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کی کل دفعات تقریباً ۵۳۰ ہیں۔

۷- ہندوستان کے معروف عالم قاضی مجاہد الاسلام قاسمی صاحب نے اسلام کے عدالتی نظام کو دفعات کی شکل میں مرتب کیا، اس کی کل دفعات تقریباً ۴۰۷ ہیں اپنی افادیت کی بنا پر عربی میں ترجمہ ہو کر بیروت سے بھی چھپ چکی ہے۔

دوسری قسم: فقہی موسوعات اور انسائیکلوپیڈیاز کی تیاری

دورِ جدید میں فقہ اسلامی کے حوالے سے ایک رجحان یہ سامنے آیا ہے کہ پوری فقہ اسلامی کو الف بائی ترتیب سے موسوعہ اور انسائیکلوپیڈیا کی شکل میں مرتب کیا جائے؛ تاکہ وہ حضرات جو فقہ اسلامی کی کتب سے ممارست نہیں رکھتے اور نہ انھیں فقہی کتب کے ابواب ومسائل کی ترتیب معلوم ہے، وہ فقہ اسلامی سے آسانی کے ساتھ استفادہ کر سکے؛ چنانچہ اس سلسلے میں درج ذیل کوششیں ہوئیں ہیں:

۱- فقہی موسوعہ تیار کرنے کی سب سے پہلی تجویز مشہور فقیہ اور ممتاز مفکر ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی کی

طرف سے آئی جب وہ دمشق یونیورسٹی میں کلیۃ الشریعہ کے صدر بنے ،انھوں نے ایک ضخیم موسوعہ تیار کرنے کا منصوبہ حکومت شام کے سامنے پیش کیا اور حکومت نے اسے منظور بھی کیا۔اس سلسلے میں شامی حکومت نے عالم عرب کے ممتاز محققین کی ایک کمیٹی تشکیل دی؛لیکن چند وجوہات کی بنا پر یہ منصوبہ چل نہیں سکا اور فقہی موسوعہ تیار کرنے کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔

۱۹۶۲ء میں حکومت مصر نے ایک موسوعہ فقہیہ تیار کرنے کا منصوبہ بنایا، یہ موسوعہ ''موسوعہ جمال عبدالناصر فی الفقہ الاسلامی'' کے نام سے موسوم کیا گیا؛ چنانچہ اس موسوعہ پر باقاعدہ کام شروع کیا گیا؛ لیکن کام کی سست رفتاری کی وجہ سے ابھی تک اس کی سولہ جلدیں منظر عام پر آئی ہیں،اس موسوعہ میں مذاہبِ اربعہ کے ساتھ شیعہ، زیدیہ،، زیدیہ، اباضیہ اور ظاہریہ کے مسالک کے بیان کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

۳- فقہی موسوعہ تیار کرنے کی سب سے کامیاب کوشش وزارت اوقاف کویت کی طرف سے سامنے آئی،حکومت کویت نے ممتاز فقیہ ڈاکٹر مصطفیٰ الزرقاء کی میں سربراہی ۱۹۶۶ء میں ایک ضخیم موسوعہ کی منظوری دی؛ چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی ٹیم کے ساتھ اس موسوعہ کی تیاری پر تیزی سے کام شروع کیا، ڈاکٹر صاحب کی محنت رنگ لائی اور تیزی کے ساتھ اس کی جلدیں منظر عام پر آنے لگیں اور اب تک اس کی پینتالیس جلدیں چھپ چکی ہیں۔ بلاشبہ موضوعات کے استیعاب، اختصار و جامعیت اور تسہیل و ترتیب کے لحاظ سے عصرِ حاضر کا منفرد و ممتاز ترین کام ہے۔اس میں مذاہبِ اربعہ کے بیان کا التزام کیا گیا ہے، اسلامک فقہ اکیڈمی نے اس ضخیم موسوعہ کا اردو میں ترجمہ کیا ہے، جو یقیناً اردوداں حضرات کے لیے بیش بہا تحفہ ہے۔

عصرِ حاضر کے ممتاز محقق ڈاکٹر رواس قلعہ جی نے صحابہ و تابعین کے اقوال فقہیہ یکجا کرنے کا منصوبہ بنایا؛ چنانچہ اس سلسلے میں اب تک صحابہ میں سے حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، ام المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور تابعین حضرت حسن بصری اور حضرت ابراہیم نخعی و دیگر معروف تابعین کے اقوال فقہیہ فقہی ترتیب کے مطابق جمع کیا جاچکا ہے۔ڈاکٹر قلعہ جی کی یہ کوشش بلاشبہ ایک مایہ ناز و تاریخی پیشکش ہے،اس سلسلے سے صحابہ و تابعین کی فقہ ایک مرتب شکل میں سامنے آئی ہے،اللہ تعالی ڈاکٹر صاحب کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔اب تک تقریباً ۱۸ موسوعات منظر عام پر آچکے ہیں۔

۵- ہندوستان کے معروف عالم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے ''قاموس الفقہ''

کے نام سے اردو میں ایک جامع فقہی موسوعہ ترتیب دیا ہے، جو چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، اس کے شروع میں فقہ کے تعارف وتاریخ پر ایک مفصل مقدمہ بھی شامل ہے۔ رحمانی صاحب کا یہ عظیم کام ممتاز اہلِ علم سے خراج تحسین وصول کرچکا ہے۔

۶- نامور عالم ڈاکٹر احمد علی ندوی نے معاملات سے متعلق قواعد وضوابط فقہیہ کو ایک موسوعہ کی شکل میں جمع کیا ہے، یہ موسوعہ تین ضخیم جلدوں میں ''موسوعة القواعد و الضوابط الفقهية الحاكمة للمعاملات'' کے نام سے چھپ چکا ہے۔ اس میں معاملات سے متعلق مذاہب اربعہ کے قواعد وضوابط الف بائی ترتیب سے ذکر کیے گئے ہیں۔

۷- ممتاز محقق محمد صدقی بن احمد البورنو نے پوری فقہ اسلامی کے تمام قواعد وضوابط کو جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا؛ چنانچہ یہ موسوعہ ''موسوعه القواعد الفقهيه'' کے نام سے تیرہ ضخیم جلدوں میں منظر عام پر آیا ہے، محقق بورنو کے اس عظیم الشان کارنامے کی افادیت اہلِ علم پر مخفی نہیں ہے۔

۸- معروف محقق ڈاکٹر سعدی ابوجیب نے ''موسوعة الجماع فى الفقه الاسلامى'' کے نام سے تین ضخیم جلدوں میں ایک منفرد موسوعہ تیار کیا ہے، جس میں صحابۂ کرام، ائمۂ اربعہ و دیگر فقہاء کے متفقہ واجماعی مسائل فقہی ترتیب کے مطابق جمع کیے ہیں۔ اس ضخیم موسوعہ میں تقریباً نو ہزار سے زائد اجماعی مسائل ذکر کیے گئے ہیں۔

۹- فلسطین کے محقق ڈاکٹر عبدالرحمٰن العقمی نے اجماعاتِ صحابہ کو جمع کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے اور اس سلسلے میں اب تک تیرہ جلدیں تیار ہوچکی ہیں، اس ضخیم موسوعة میں مصنف نے ان تمام مسائل کو جمع کرنے کا اہتمام کیا ہے، جن پر صحابہؓ کا اجماع منعقد ہوا ہے، خواہ اصولِ دین سے متعلق ہوں یا فروعِ دین سے۔ اس منفرد وممتاز کارنامے پر مصنف یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں۔ معروف ویب سائٹ ''ملتقى اهل الحديث'' کے مطابق یہ کتاب عنقریب چھپ جائیگی۔

۱۰- عصرِ حاضر کے نامور فقیہ جمال الدین العطیہ نے ''تجديد الفقه الاسلامى'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، اس کے آخر میں مصنف نے ایک ضخیم موسوعہ تیار کرنے کا ایک منصوبہ پیش کیا ہے، جس میں عنوانات اور متعلقہ کتب کی بھی اپنی استطاعت کے مطابق نشاندہی کی ہے۔ اس موسوعہ کے عنوانات اور اس کی ترتیب سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کسی شخص، ادارے اور ملک کا کام نہیں ہے؛ بلکہ ممالکِ اسلامیہ کے نامور فقہاء مل کر اسے مرتب کرسکتے ہیں۔ اگر یہ موسوعہ اسی ترتیب کے مطابق منظرِ عام پر آیا، تو غالباً دورِ جدید کی سب سے بڑی فقہی پیشکش ہوگی۔

تیسری قسم: فقہ واصول فقہ کی تاریخ اور جامع تعارف پر مبنی مفید کتب

عصرِ حاضر میں فقہ اسلامی کے حوالے سے ایک مفید کام یہ ہوا ہے کہ فقہ واصول فقہ کی مرحلہ وار تاریخ اور مکمل تعارف پر مبنی متعدد کتب سامنے آئی ہیں، جن میں عہدِ نبوت سے لے کر عصر حاضر تک فقہ واصول فقہ کی مرحلہ وار تاریخ، ہر دور کی خصوصیات، مختلف فقہی مکاتب خصوصا مذاہب اربعہ کے مناہج استنباط، ہر فقہی مکتب کے معروف فقہاء اور مشہور فقہی کتب کا تعارف اور فقہ اسلامی کے حوالے سے دیگر مفید مباحث شامل ہوتی ہیں۔ یہ کتابیں عمومی طور پر ”المدخل إلی الفقه“یا ”تاريخ التشريع “کے نام سے لکھی گئیں ہیں۔ان کتب کے بعض مباحث سے اختلاف کے باوجود یہ بات ماننی پڑے گی کہ ان کتب نے فقہ اسلامی کے وسیع ذخیرے اور فقہ اسلامی کی طویل تاریخ سے آگاہی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ جو مباحث تاریخ کی کتب میں منتشر اور بکھری ہوئی تھیں، ان کتب نے مرتب انداز اور عصری اسلوب میں اسے پیش کیا۔ ذیل میں اس حوالے سے چند اہم اور مفید کتب کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے:

۱- **تاريخ التشريع الاسلامی للخضری بك:** مصر کے معروف عالم ومشہور مورخ شیخ محمد خضری بک وہ پہلی شخصیت ہیں، جنھوں نے فقہ اسلامی کی مرحلہ وار تاریخ لکھنے کی بنیاد ڈالی، شیخ خضری بک نے عہد نبوت سے لے کر عصر حاضر تک فقہ کی تاریخ پر مشتمل ایک ضخیم کتاب ”تاريخ التشريع الاسلامی“ نام سے لکھی، جس میں پہلی مرتبہ جدید اسلوب کے مطابق فقہ کی تاریخ کو چھ ادوار میں تقسیم کرکے ہر دور کا مفصل تعارف اپنی کتاب میں پیش کیا۔ چند مقامات سے قابل اعتراض ہونے کے باوجود فقہ اسلامی کی تاریخ کے حوالے سے بنیادی ماخذ شمار ہوتی ہے۔

۲- **الفكر السامی فی تاريخ الفقه الاسلامی:** مراکش کے معروف مالکی عالم فقیہ علامہ محمد حجوی الثعالبی کی تصنیف ہے، فقہ اسلامی کی تاریخ پر مشتمل کتب میں غالبًا سب سے مفصل کتاب ہے، کتاب چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، فاضل مصنف نے فقہ اسلامی کی تاریخ کو چار ادوار میں تقسیم کرکے ہر جلد میں ایک دور کا مفصل تعارف پیش کیا ہے، اس کتاب میں ہر دور کے متعدد معروف فقہاء کے تراجم سمیت فقہ اسلامی کے حوالے سے نفیس مباحث شامل ہیں۔

۳- **تاريخ التشريع الاسلامی للقطان:** مصر کے معروف عالم، اخوان المسلمین کے رہنما، داعی اور مشہور قاضی شیخ مناع خلیل القطان کی تصنیف ہے، یہ کتاب فقہ اسلامی کی تاریخ پر مبنی کتب کا جامع خلاصہ ہے، کتاب میں حسن ترتیب اور عبارت میں سلاست نمایاں ہے۔

۴-**المدخل الفقهی العام:** نامور فقیہ شیخ مصطفیٰ الزرقاء کی تصنیف ہے، جنہوں نے فقہ اسلامی کو جدید اسلوب میں پیش کرنے کے حوالے سے قابلِ قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ ”المدخل الفقهی العام“ فقہ کی تاریخ، مذاہب فقہیہ کے تعارف، قواعد فقہیہ اور دیگر فقہی مباحث کو عصرِ حاضر کے اسلوب میں پیش کرنے کی ایک کامیاب تحقیقی اور تاریخی دستاویز ہے۔

ان کتب کے علاوہ معروف مصری عالم و فقیہ محمد سلام مدکور کی ”المدخل للفقه الاسلامی“ مصر کے معروف مورخ اور متعدد تاریخی کتب کے مصنف الدکتور احمد شلبی کی ”تاریخ التشریع الاسلامی“ مشہور عراقی عالم الدکتور عبدالکریم زیدان کی۔”المدخل الی دراسة الشریعة الاسلامیة“ نامور مصری فقیہ عبدالوہاب خلاف کی ”خلاصة تاریخ التشریع الاسلامی“ اردن کے معروف عالم الدکتور عمر سلیمان الاشقر کی ”تاریخ الفقه الاسلامی“ شام کے معروف عالم الدکتور عبداللطیف صالح الفرفور کی ”تاریخ الفقه الاسلامی“ معروف سعودی عالم الدکتور ناصر بن عقیل الطریفی کی ”تاریخ الفقه الاسلامی“ عمان کے معروف عالم الدکتور صالح محمد ابوالحاج کی مایہ ناز کتاب ”تاریخ الفقه الاسلامی“ معروف مصری عالم الدکتور حسین حامد حسان کی ”المدخل لدراسة الفقه الاسلامی“ معروف سعودی یونیورسٹی جامعہ امام محمد بن سعود کے مدیر الدکتور سلیمان بن عبداللہ بن حمود ابا الخیل کی ”المدخل إلی علم الفقه“ معروف کویتی عالم الدکتور یوسف احمد محمد البدوی کی ”مدخل الفقه الاسلامی و اصوله“ جامعہ قطر کے دو پروفیسرز الدکتور محمد دسوقی اور امینہ الجابر کی مشترکہ کاوش ”مقدمه فی دراسة الفقه الاسلامی“ جامعہ ازہر کے معروف استاد الدکتور محمد علی السایس کی ”نشاة الفقه الاجتهادی و اطواره“ اور معروف فقیہ الدکتور علی حسن عبدالقادر کی ”نظرة عامة فی تاریخ الفقه الاسلامی“ فقہ اسلامی کی تاریخ کے حوالے سے اہم کتابیں شمار ہوتی ہیں۔

اردو میں اس حوالے سے ہندوستان کے مشہور عالم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی کتاب ”فقہ اسلامی تعارف و تاریخ“ پروفیسر فہیم اختر ندوی اور پروفیسر اختر الواسع کی مشترکہ کاوش ”فقہ اسلامی تعارف و تاریخ“ معروف عالم مولانا محمد تقی امینی کی ”فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر“ مفتی عمیم الاحسان القادری کا مختصر رسالہ ”تاریخ علم فقہ“ ڈاکٹر سجاد الرحمٰن صدیقی کی ”فقہ اسلامی کا تاسیسی پس منظر“ اور مایہ ناز محقق ڈاکٹر محمود احمد غازی کے مشہور زمانہ خطبات ”محاضراتِ فقہ“ فقہ اسلامی کی تاریخ اور تعارف پر مشتمل اہم کتابیں ہیں۔

اصول فقہ کی تاریخ وتعارف کے حوالے سے شام کے معروف عالم الدکتور معروف دوالیبی کی ”المدخل الی علم اصول الفقہ“ مشہور شافعی فقیہ ڈاکٹر سعید مصطفیٰ الخن کی مایہ ناز کتاب ”دراسۃ تاریخیۃ للفقہ و اصول الفقہ و الاتجاھات التی ظھرت فیھا“ جامعہ ازہر کے معروف پروفیسر ڈاکٹر شعبان محمد اسماعیل کی ”اصول الفقہ تاریخہ و رجالہ“ اور ”المدخل لدراسۃ اصول الفقہ“ اہم کتب شمار ہوتی ہیں؛ جبکہ اردو میں اصول فقہ کی مفصل تاریخ کے حوالے سے ڈاکٹر فاروق حسن کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ”فن اصول فقہ کی تاریخ“ ایک اہم کاوش ہے۔

چوتھی قسم: الفقہ المقارن یعنی فقہ واصول فقہ کا تقابلی مطالعہ

عصرِ حاضر میں فقہ اسلامی کے مختلف مسالک اور مکاتبِ فکر کے تقابلی مطالعے کا رجحان اہلِ علم کے حلقوں میں کافی بڑھ گیا ہے، فقہ اسلامی کے مطالعے میں اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ فقہ اسلامی کے مختلف ابواب میں فقہاء کے بنیادی اختلافات اور اختلافی مقدمات سے آگاہی ہو۔اس رجحان کے پیدا ہونے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ فقہ اسلامی کے معروف عالمی ادارے عصر حاضر کے پیدا کردہ نت نئے مسائل میں کسی خاص مکتبِ فکر کی بجائے فقہ اسلامی کے چاروں مکاتب کو سامنے رکھ کر ان مسائل کا آسان اور اقرب الی الصواب حل نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔اس کا نتیجہ یہ ہوا فقہ اسلامی کے تقابلی مطالعے پر مفید تصانیف منظر عام پر آگئیں۔ان میں سب سے زیادہ مشہور کتاب نامور فقیہ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی کی مایہ ناز کتاب ”الفقہ الاسلامی و ادلتہ“ ہے جس میں مصنف نے فقہ کے تمام ابواب میں مذاہب اربعہ اوران کے دلائل کے بیان کا اہتمام کیا ہے۔اس کے علاوہ مصر کے معروف عالم عبد الرحمٰن الجزیری کی کتاب ”الفقہ علی المذاھب الاربعہ“ بھی فقہ اسلامی کے تقابلی مطالعے کے لیے اہم کاوش ہے۔اسی طرح معروف فقہی موسوعات اور انسائیکلوپیڈیاز میں بھی تمام مسالک کے بیان کا التزام کیا گیا ہے۔

اصول فقہ کے تقابلی مطالعے کے حوالے سے سب سے مفصل تصنیف معروف یونیورسٹی جامعہ امام محمد بن سعود کے معروف پروفیسر ڈاکٹر عبدالکریم النملۃ کی مایہ ناز کتاب ”المھذب فی اصول الفقہ المقارن“ ہے۔اس کے علاوہ ڈاکٹر وہبہ الذحیلی کی کتاب ”اصول الفقہ الاسلامی“ میں چاروں مذاہب کو سمونے کی کوشش کی گئی ہے۔اردو میں ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کی طرف سے شائع کردہ کتاب ”اصول فقہ ایک تعارف“ اصول فقہ کے تقابلی مطالعے کے حوالے سے مفید کتاب ہے۔

پانچویں قسم: قواعد فقہیہ اور مقاصد الشریعہ کا احیاء

فقہ واصول فقہ کے ساتھ فقہ سے متعلق دو اہم علوم ''قواعد فقہیہ'' اور ''مقاصد الشریعہ'' آج کے فقہاء کی خصوصی توجہ کا مرکز ہے؛ کیونکہ فقہ کا ایک ادنی طالب علم بھی بخوبی جانتا ہے کہ پیش آمدہ مسائل کا شریعت کی روشنی میں جائزہ لینے کے لیے قواعد فقہیہ اور مقاصد الشریعہ سے واقفیت ایک فقیہ کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ ماضی کے فقہاء نے بھی اس میدان میں اہم کتابیں تصنیف کی ہیں، علامہ شاطبی کی الموافقات، معروف شافعی فقیہ عز الدین بن عبد السلام کی قواعد الاحکام فی مصالح الانام اور علامہ ابن نجیم کی الاشباہ والنظائر ماضی کی اہم تصنیفات شمار ہوتی ہیں۔ عصر حاضر میں زیادہ وسعت، جامعیت اور مرتب انداز کے ساتھ ہر دو فنون کا احیاء کیا گیا ہے۔ ان دو فنون کی تاریخ، مکمل تعارف اور از سر نو ترتیب وتدوین پر مشتمل اہم اور مفید کتب سامنے آئی ہیں۔ ذیل میں اس حوالے سے اہم عصری تصنیفات کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

قواعد فقہیہ سے متعلق عصر حاضر کی اہم تالیفات

عصر حاضر میں قواعد فقہیہ پر متنوع جہات سے کام ہوا ہے، قواعد فقہیہ کی تاریخ، تعارف اور اس میدان میں قدماء کی اہم تالیفات کے تعارف کے حوالے سے عراق کے معروف عالم اور جامعہ امام محمد بن سعود کے معروف پروفیسر ڈاکٹر یعقوب الباحسین کی کتاب ''القواعد الفقھیہ'' جامع ترین کتاب ہے، اس کے علاوہ معروف محقق ڈاکٹر احمد علی ندوی کی مایہ ناز کتاب ''القواعد الفقھیہ، مفھومھا، نشاتھا، تطورھا'' ڈاکٹر محمد الزحیلی کا ضخیم مقالہ ''القواعد الفقھیہ و تطبیقاتھا فی المذاھب الاربعہ'' ڈاکٹر عبد الوہاب ابو سلیمان کی کتاب ''النظریات و القواعد فی الفقہ الاسلامی'' معروف محقق ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالعزیز العجلان کی کتاب ''اھمیۃ القواعد الفقھیہ فی الفقہ الاسلامی'' بھی اہم کاوشیں ہیں۔ فقہ کے اہم ابواب کے قواعد فقہیہ کو جمع کرنے کے حوالے سے مصر کے معروف عالم ڈاکٹر بکر اسماعیل کی کتاب ''القواعد الفقھیہ بین الاصالۃ و التوجیہ'' جس میں مصنف نے بارہ ابواب میں فقہ کے اہم ترین ابواب کے بنیادی قواعد کو تشریح و امثلۃ کے ساتھ جمع کیا ہے، اسی طرح ڈاکٹر احمد علی ندوی نے ابواب المعاملات کے اہم قواعد کو تین ضخیم جلدوں میں ''موسوعۃ القواعد و الضوابط الفقھیہ الحاکمۃ للمعاملاتِ'' کے نام سے جمع کیا ہے، فقہ اسلامی کے پانچ بنیادی قواعد کی تشریح کے حوالے سے معروف عالم ڈاکٹر صالح بن غانم السدلان کی ضخیم کتاب ''القواعد

الفقهيه الكبرى و ما تفرع منها" اور مجلّہ کے ننانوے قواعد کی تشریح، توضیح اور مصادر سے متعلق نامور فقیہ مصطفیٰ الزرقاء کے والد احمد الزرقاء کی کتاب "شرح القواعد الفقهيه" اہم کتب ہیں۔ قواعد فقہیہ میں اختلاف کی وجہ سے فقہاء کے اختلافات اور اس کے مسائل پر اثرات کے حوالے سے مراکش کے معروف عالم ڈاکٹر محمد الروکی کی کتاب "نظرية التعقيد الفقهي و اثرها في اختلاف الفقهاء" اور شافعی فقیہ ڈاکٹر سعید الخن کی مایہ ناز کتاب "اثر الاختلاف في القواعد الاصوليه في اختلاف الفقهاء" اہم کتابیں ہیں۔ قواعد فقہیہ کے حوالے سے عصر حاضر کی سب سے بڑی اور تاریخی کاوش "موسوعة القواعد الفقهيه" ہے، تیرہ جلدوں کے اس ضخیم موسوعہ کے مصنف معروف محقق ڈاکٹر صدقی البورنو ہے۔ اس میں مصنف نے حروف تہجی کے اعتبار سے پوری فقہ اسلامی کے اہم قواعد وضوابط کو جمع کیا ہے۔ اس ضخیم موسوعہ میں چار ہزار سے زائد قواعد وضوابط ہیں۔

مقاصد الشریعہ کے حوالے سے اہم عصری تالیفات

فقہ کی تاریخ کا عجیب ''اتفاق'' ہے کہ مقاصد شریعت کو بطور ایک فن کے متعارف کروانے میں مالکی فقہاء کی خدمات بنیادی حیثیت رکھتی ہیں، خاص طور پر معروف مالکی فقیہ علام شاطبی وہ شخصیت ہیں، جنہوں نے اپنی مایہ ناز کتاب ''الموافقات'' لکھ کر شریعت مطہرہ کے مقاصد کو ایک زندہ جاوید فن کے طور پر متعارف کروایا۔ اسی طرح مقاصد شریعت کے احیاء میں بھی مالکی فقہاء کی خدمات ''خشتِ اول'' کی مانند ہیں۔ مراکش کے معروف عالم ڈاکٹر احمد الریسونی نے مقاصد الشریعہ کے احیاء کے حوالے سے تجدیدی خدمات سرانجام دی ہیں، الریسونی نے سب سے پہلے "نظرية المقاصد عند الامام الشاطبي" لکھ کر امام شاطبی کے نظریہ مقاصد کو عصر حاضر کے اسلوب میں مرتب انداز میں پیش کیا۔ اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اردو، انگلش اور فارسی تینوں اہم زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے، اس کے بعد "مدخل الى مقاصد الشريعة" "الفكر المقاصدي قواعده و فوائده" اور "من اعلام الفكر المقاصدي" جیسی اہم کتب لکھ کر اس فن کے مختلف جوانب اور پہلوؤں سے علمی دنیا کو آگاہ کیا۔ اسی طرح تیونس کے معروف مالکی عالم و مفسر محمد طاہر بن عاشور نے "مقاصد الشريعة الاسلاميه" لکھی، جس میں فلسفہ مقاصد پر عصری اسلوب میں بہترین بحث کی ہے۔ سوڈان کے مشہور عالم ڈاکٹر یوسف حامد العالم نے "المقاصد العامة للشريعة الاسلامية" کے نام سے

ایک مفید کتاب لکھی۔اس کے علاوہ تیونس کے معروف مالکی فقیہ ڈاکٹر نورالدین الخادمی کی ''علم المقاصد الشرعیة'' معروف مصری عالم ڈاکٹر محمد سلیم العوا کی ''مقاصد الشریعة الاسلامیة'' معروف عالم ڈاکٹر جاسر عودہ کی ''فقہ المقاصد'' معروف فقیہ ڈاکٹر جمال الدین العطیہ کی ''نحو تفعیل مقاصد الشریعة'' مراکش کے معروف عالم ڈاکٹر علال الفاسی کی ''مقاصد الشریعة الاسلامیة و مکارمها'' معروف عالم محمد سعید رمضان البوطی کی ''ضوابط المصلحه فی الشریعة الاسلامیة'' عراق کے معروف عالم ڈاکٹر طہ جابر العلوانی کی ''مقاصد الشریعة'' اور معروف مصری عالم ڈاکٹر بکر اسماعیل کی کتاب ''مقاصد الشریعة الاسلامیة تاصیلا و تفعیلا'' عصر حاضر کی اہم تصنیفات شمار ہوتی ہیں۔معروف مصری عالم ڈاکٹر محمد کمال الدین الامام نے تین ضخیم جلدوں میں ''الدلیل الارشادی الی مقاصد الشریعة الاسلامیة'' کے نام سے ایک مفید کتاب لکھی ہے، جس میں مصنف نے مقاصد الشریعہ پر لکھی گئی قدیم وجدید کتب کا مفصل تعارف پیش کیا ہے۔اس ضخیم موسوعہ پر مصنف یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں۔عربی کی طرح اردو کا دامن بھی اس فن سے خالی نہیں ہے، اسلامک فقہ اکیڈمی نے مقاصد الشریعہ کے حوالے سے قابلِ قدر خدمات سرانجام دی ہیں، اور تقریباً اوپر ذکر کردہ اکثر کتب کا اردو ترجمہ اکیڈمی کی طرف سے شائع ہو چکا ہے، جس میں ڈاکٹر محمد کمال الدین کا تیار کردہ ضخیم موسوعہ ''الدلیل الارشادی الی مقاصدِ الشریعة'' بھی شامل ہے۔اس کے علاوہ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کی کتاب ''مقاصد شریعت '' اس موضوع پر اردو میں ایک بہترین کتاب ہے، کتاب کے آٹھ ابواب میں مصنف نے مقاصد شریعت کے مختلف پہلوؤں پر فاضلانہ بحث کی ہے، یہ کتاب ادارہ تحقیقات اسلامی۔اسلام آباد کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔

چھٹی قسم: مذاہب اربعہ کا مفصل تعارف

عصرِ حاضر میں فقہ اسلامی کے حوالے سے ایک رجحان یہ سامنے آیا ہے کہ مذاہب اربعہ کے تفصیلی تعارف پر مواد تیار کیا جائے، جس میں مذہب کے بانی، اور اس کے براہ راست تلامذہ، ناقلینِ مذہب، اہم متون وشروح، راجح مرجوح اقوال کے ضوابط، نامور فقہاء اور اصول استنباط و استخراج کے تعارف سمیت اہم مباحث شامل ہوں۔اس رجحان کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عصرِ حاضر میں نت نئے مسائل کے حل کے لیے ایک فقہ کافی نہیں ہے؛ بلکہ مذاہبِ اربعہ کو سامنے رکھ کر عصری مسائل کا شریعت کی روشنی میں حل تلاش کیا جاتا ہے۔اور ظاہر ہے کہ کسی فقہی مذہب کی

روشنی میں فیصلہ کرنے کے لیے اس سے متعلق بنیادی باتوں کا علم ضروری ہے۔ مذاہب اربعہ کے تفصیلی تعارف کے حوالے سے درجہ ذیل عصری کاوشیں قابلِ ذکر ہیں:

۱- معروف مصری فقیہ شیخ ابوزہرہ مرحوم نے مذاہب فقہیہ کے تعارف کے حوالے سے قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں، موصوف نے ائمۂ اربعہ کی مفصل سوانحات لکھیں ہیں، جن میں ہر امام کے تفصیلی حالات، معروف اساتذہ، مشہور تلامذہ، اہم تصنیفات، اصولِ استنباط، دلائلِ اربعہ سے متعلق اس امام کی خاص آرار، اور اس کی طرف منسوب مذہب کے مختلف پہلوؤں اور متنوع جوانب پر تحقیقی ابحاث شامل ہیں۔ ان مفصل کتب کے علاوہ شیخ ابوزہرہ مرحوم کی دو اہم کتب "تاريخ المذاهب الاسلاميه" اور "محاضرات فى تاريخ المذاهب الفقهيه" بھی فقہی مذاہب کے تعارف کے حوالے سے قابلِ قدر کتب ہیں۔ شیخ ابوزہرہ مرحوم کے علاوہ معروف مصری ادیب احمد تیمور پاشا کی کتاب "نظرة تاريخية فى حدوث المذاهب الاربعه" اور معروف مصری فقیہ اور مفتی ڈاکٹر علی جمعہ کی "المدخل لدراسة المذاهب الفقهيه" اہم کاوشیں ہیں۔ اردو میں اس حوالے سے برصغیر کے معروف مورخ قاضی اطہر مبارکپوری کی کتاب "سیرتِ ائمہ اربعہ" اہم کتاب ہے۔

۲- مذہب حنفی کے تعارف کے حوالے سے اردن کے معروف عالم ڈاکٹر احمد سعید حوی کی کتاب "المدخل الی مذہب ابی احنیفہ" اہم کاوش ہے، اس کے علاوہ جامعہ امام محمد بن سعود سے شائع شدہ ضخیم مقالہ "المذهب الحنفى، مراحله و طبقاته، ضوابطه و مصطلحاته، خصائصه و مولفاته" مذہب حنفی کے تعارف کے حوالے سے عصر حاضر کی مفصل ترین کتاب ہے۔ دو ضخیم جلدوں پر مشتمل اس کتاب میں مصنف نے حنفی مذہب کے تعارف کے حوالے سے کوئی بحث تشنہ نہیں چھوڑی ہے۔ اس کے علاوہ جامعہ قطر کے پروفیسر ڈاکٹر محمد الدسوقی کی مایہ ناز کتاب "الامام محمد و اثره فى الفقه الاسلامى" قابل ذکر کتاب ہے، اس میں مصنف نے خاص طور پر مذہب حنفی کی تدوین کے حوالے سے قابل قدر بحث کی ہے، اس کی افادیت کے پیش نظر ادارہ تحقیقات اسلامی۔ اسلام آباد کی طرف سے "امام محمد بن حسن شیبانی اور ان کی فقہی خدمات" کے نام سے اس کا اردو ترجمہ شائع ہوا ہے۔

۳- مالکی مذہب کے تعارف کے حوالے سے۔ "مركز زايد للتراث و التاريخ" (متحدہ عرب امارات) کی طرف سے شائع شدہ مفصل کتاب "المذهب المالكى، مدارسه و

مولفاته، خصائصه و سماته" بہترین کاوش ہے، اس کے علاوہ "دار البحوث للدراسات الاسلامیه" (دبئی) کی طرف سے شائع شدہ کتاب "اصطلاح المذهب عند المالکیه" مالکی مذہب کے مختلف ادوار اور ہر دور کے علمی ذخیرے کے تعارف کے حوالے سے ایک جامع کتاب ہے۔ مالکی مذہب کے فقہی ذخیرے کے تعارف کے حوالے سے مراکش سے تعلق رکھنے والے عالم ڈاکٹر ابوالزبیر عبادالسلام احمد کی کتاب "امهات الکتب الفقهیه" قابل ذکر ہے، اس میں مالکی مذہب کی تدوین کے زمانے سے لے کر عصر حاضر تک زمانی ترتیب سے اہم فقہی کتب کا تعارف شامل ہے۔ مالکی مذہب کی خصوصیات سے واقف حضرات جانتے ہیں کہ مالکی مذہب میں عراقی اور اندلسی دو مستقل مکاتبِ فکر پائے جاتے ہیں، اندلسی مکتب فکر کے تعارف کے حوالے سے مراکش کی وزارتِ اوقاف کی طرف سے شائع شدہ کتاب "المدرسة المالکیه الاندلسیه نشاة و خصائص" جبکہ عراقی مکتب کی خصوصیات کے حوالے سے معروف مراکشی عالم ڈاکٹر عبد الفتاح الزنیقی کا رسالہ "المدرسة المالکیه العراقیه، نشأتها، خصائصها و اعلامها" مفید کتب ہیں۔ نیز عبدالعزیز بن صالح الخلیفی کی ضخیم کتاب "الاختلاف الفقهی فی المذهب المالکی مصطلحاته و اسبابه" بھی اس حوالے سے ایک مفید کتاب ہے۔

۴- شافعی مذہب کے تعارف کے حوالے سے "المدخل الی مذہب الامام الشافعی" ایک جامع کتاب ہے، یہ کتاب اردن سے معروف شافعی فقیہ ڈاکٹر سعید مصطفیٰ الخن کے پیش لفظ کے ساتھ چھپی ہے، کتاب کے مصنف ڈاکٹر اکرم یوسف القواسمی ہے، چھ سو سے زائد صفحات کی اس کتاب میں مصنف نے فقہ شافعی کے مختلف جوانب کا جامع تعارف کرایا ہے، کتاب شافعی مذہب کے اہم ادوار، معروف فقہاء، فقہ و اصول فقہ کے ذخیرے کا زمانی ترتیب سے تعارف، فقہ شافعی کی خصوصیات واصطلاحات وغیرہ جیسے تحقیقی مباحث پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ فقہ شافعی کی کتب کے تعارف کے حوالے سے "موسسة الرسالة ناشرون" کی طرف سے چھپی کتاب "الخزائن السنیه من مشاهیر الکتب الفقهیه لائمتنا الفقهاء الشافعیه" اہم کتاب ہے، دو سو صفحات پر مشتمل اس کتاب میں حروفِ تہجی کے اعتبار سے فقہ شافعی کے ذخیرے کی فہرست دی ہے۔ فقہ شافعی کی خصوصیات سے واقف حضرات جانتے ہیں کہ فقہ شافعی میں امام شافعی کے قول قدیم و جدید کی تعیین اور اس کے اصول سے معرفت انتہائی اہم ہے، ورنہ فقہ شافعی سے واقف حضرات کو علم ہے کہ امام شافعی کے قول قدیم و جدید کی تعیین اور اس کے اصول سے کامل استفادہ نہیں ہوسکتا، اس حوالے

سے سب سے مفصل کتاب ڈاکٹر لمین الناجی کا پی ایچ، ڈی مقالہ ''القدیم و الجدید فی فقہ الشافعی'' اہم ترین کتاب ہے، دوضخیم جلدوں پر مشتمل اس کتاب میں مصنف نے قول قدیم وجدید کے اصول، مصنفات، قدیم وجدید میں ترجیح کے اصولوں پر سیر حاصل بحث کی ہے، اس کے علاوہ انڈونیشیاء سے تعلق رکھنے والے عالم ڈاکٹر احمد انحراوی عبدالسلام کی ضخیم کتاب ''الامام الشافعی فی مذھبیہ القدیم و الجدید'' اہم کاوش ہے۔ اسی طرح جامعہ ام القری کے پروفیسر ڈاکٹر محمد بن ردید المسعودی کی کتاب ''المعتمد من قدیم قول الشافعی علی الجدید'' اور ڈاکٹر محمد اسمیعی الرستاقی کا مقالہ ''القدیم و الجدید من اقوال الامام الشافعی'' مفید کتابیں ہیں۔

۵- فقہ حنبلی کے تعارف پر عصرِ حاضر میں وقیع کام ہوا ہے، زمانہ تدوین سے لے کر عصر حاضر تک فقہ حنبلی کے فقہاء اور ان کی تصانیف کے تعارف پر مشتمل مفصل کتاب ''معجم المصنفات الحنابلہ'' ہے، آٹھ جلدوں پر مشتمل اس کتاب میں فقہ حنبلی کے بارہ صدیوں کے فقہی ذخیرے اور علماء کا جامع تعارف شامل ہے۔ کتاب کے مصنف مدینہ یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر عبداللہ بن محمد الطریقی ہیں۔ معروف حنبلی فقیہ ڈاکٹر بکر بن عبداللہ ابوزید نے ''المدخل المفصل الی فقہ الامام احمد بن حنبل و تخریجات الا صحاب'' کے نام سے دوجلدوں میں ضخیم کتاب لکھی ہے، جس میں تفصیل سے فقہ حنبلی کا تعارف شامل ہے۔ دمشق کے معروف عالم علامہ عبدالقادر بن بدران کی کتاب ''المدخل الی مذہب الامام احمد بن حنبل'' فقہ حنبلی کے تعارف کے حوالے سے ایک جامع کتاب ہے۔ فقہ حنبلی کی کتب اور مخصوص اصطلاحات کے حوالے سے ڈاکٹر عبدالملک بن عبداللہ کی کتاب ''المنہج الفقھی العالم للعلماء الحنابلۃ و مصطلحاتھم فی مولفاتھم'' اور جامعہ ملک عبدالعزیز کے پروفیسر ڈاکٹر سالم کی ضخیم کتاب ''مصطلحات الفقہ الحنبلی و طرق استفادۃ الاحکام من ألفاظہ'' اہم کاوشیں ہیں۔ (جاری)

❁ ❁ ❁

حواشی

(۱) فقہ اسلامی کی مرحلہ وار تاریخ کی داغ بیل مصر کے معروف مورخ ومحقق شیخ خضری بک نے اپنی کتاب تاریخ التشریع الاسلامی میں ڈالی، ان کے بعد تقریبا فقہ اسلامی کی تاریخ پر لکھنے والے کم وبیش تمام مصنّفین نے کچھ تبدیلیوں کے ساتھ شیخ خضری بک کی اقتداء کی۔

(۲) تاریخ التشریع الاسلامی للقطان: ص۳۹۷، تاریخ الفقہ الاسلامی للاشقر: ص۱۸۷، المدخل الی الشریعۃ الاسلامیہ للدکتور الزیدان: ص۱۵۰، خلاصۃ التشریع الاسلامی للخلاف: ص۱۰۳۔

(۳) فقہ اسلامی، ایک تعارف: ص۱۰۹ (۴) ص۱/۲۶۹۔

فنِ تحقیق اور عصری تقاضے

از: مولانا غازی عبدالرحمٰن قاسمی
لیکچرر، گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ ڈگری کالج
ملتان، پاکستان

تعارف:

عصر حاضر میں دینی مدارس اور جامعات علوم اسلامیہ میں تحقیق کے ذوق کو پیدا کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔اس سلسلہ میں چند اہم باتیں پیش کی جاتی ہیں جو یقیناً اس عظیم کام میں معاون ثابت ہوں گی۔اور میری دلی دعا ہے کہ عالم اسلام کو جید اہل علم کی شکل میں نئے محققین ملیں جو امت مسلمہ کو درپیش فکری ونظریاتی مسائل کے احسن طریقے سے حل پیش کرسکیں۔ اس تحریر میں تحقیق کے معنی ومفہوم اور ضرورت واہمیت کے بارے میں گفتگو ہوگی۔سب سے پہلے یہ جانیے کہ تحقیق کا لغوی معنی کیا ہے؟

تحقیق کا لغوی معنی

تحقیق باب تفعیل کا مصدر ہے۔جس کے معنی چھان بین اور تفتیش کے ہیں(۱) اور اس کا مادہ ح ق ق ہے۔مشہور لغت کے امام خلیل ابن احمدؒ (م۱۷۰ھ) لکھتے ہیں:

الحقُّ نقیض الباطل(۲)

''الحق باطل کی ضد ہے''۔

اسی طرح ایک اور مشہور لغت کے ماہر ابن منظور افریقیؒ (م ۷۱۱ھ) لکھتے ہیں:

الحَقُّ: نَقِیضُ البَاطِلِ، وَجَمْعُهُ حُقوقٌ وحِقاقٌ..... وحَقَّ الأَمرُ یَحِقُّ ویَحُقُّ حَقّاً و حُقوقاً: صَارَ حَقّاً وثَبت(۳)

''حق باطل کی ضد ہے۔اور اس کی جمع حقوق اور حقاق آتی ہے۔اور حَقَّ الامرُ کا معنی صحیح ہونا اور ثابت ہونا ہے۔''

چونکہ حق اور باطل دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَلۡبِسُوا الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ وَتَكۡتُمُوا الۡحَقَّ وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ(۴)

''اور سچ میں جھوٹ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ۔''

اسی طرح سچائی کو ثابت اور باطل کا جھوٹ واضح کرنے کے لیے فرمایا:

لِيُحِقَّ الۡحَقَّ وَيُبۡطِلَ الۡبَاطِلَ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ(الانفال:۸)

''تاکہ سچا کرے سچ کو اور جھوٹا کردے جھوٹ کو اور اگرچہ ناراض ہوں گناہ گار''۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

ارشاد ربانی ہے:

لِّيُنۡذِرَ مَنۡ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الۡقَوۡلُ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ(۵)

''تاکہ جو زندہ ہے اسے ڈرائے اور کافروں پر الزام ثابت ہوجائے''۔

مذکورہ بحث کو سمیٹے ہوئے اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ تحقیق کا لغوی معنی، چھان بین، حق و باطل میں فرق، تفتیش اور ثابت کرنا وغیرہ ہے۔

اور انگلش میں اس کے لیے Research کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ Re کے معنی ہیں دوبارہ اور Search کے معنی ہیں تلاش کرنا تو Research کے معنی ہوئے دوبارہ تلاش کرنا۔

اصطلاحی مفہوم

تحقیق کی بہت ساری تعریفات کی گئی ہیں۔جن میں لفظوں کی تعبیر کا فرق ہے تاہم مفہوم اور مدعا تقریبا سب کا قریب قریب ہے۔چند تعریفات آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں۔

۱- تحقیق ایسے طرز مطالعہ کا نام ہے جس میں موجود مواد کے صحیح یا غلط کو بعض مسلمات کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے۔

۲-کسی امر کی شکل پوشیدہ یا مبہم ہو تو اس کی اصلی شکل کو دریافت کرنا تحقیق کہلاتا ہے۔(۶)

3. According to Oxford English Dictionary:

a. "To Search into Matter of Subject to investigate of study closely".

(کسی موضوع کے مواد کی تحقیق کرنا، تلاش کرنا یا باریک بینی سے مطالعہ کرنا۔)

b. To Search again and repeatedly.(دوبارہ جستجو کرنا اور بار بار تلاش کرنا۔)

4. According to the Oxford Reference Dictionary:

To establish facts and reach new conclusion.

(حقائق متعین کرنا اور نئے نتائج تک پہنچنا۔)

5. According to Websters Third New International Dictionary:

a. To search again or new.(ازسرنو تلاش کرنا یا جدید تحقیق کرنا۔)

b. To search or investigate enhanstively.(وسیع پیمانہ پر تلاش وجستجو کرنا)

According to Pr. B.D.Panda research is abbreviation of:

R =stands for Rational Way of Thinking.

(مبنی بر عقل سوچ یا سوچنے کا عقلی طریقہ)

E=stands for Expert and Comprehensive Treatment.

(ماہرانہ اور مکمل برتاو)

S=stands for Search for Solution. (حل کی تلاش)

E=stands for Exactness. (درستی وصحت)

A=stands for Analysis (تجزیہ)

R=stands for Relationship of Facts (حقائق کا تعلق)

C=stands for Critical Observation (تنقیدی مشاہدہ)

H=stands for Honesty and Hardship (دیانت اور مشکلات)

تحقیق کی ضرورت واہمیت

عصر حاضر میں نت نئے چیلنجز اور درپیش مسائل کے حل لیے ''تحقیق'' کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔کسی بھی چیز کی اہمیت کا اندازہ اس کی ضرورت سے ہوتا ہے۔اور موجودہ زمانہ میں انسان کی ضروریات دن بدن بڑھ رہی ہیں؛ اس لیے مختلف شعبوں میں ضروریات کے پیش نظر ''تحقیق'' کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے؛ چونکہ ہم لوگ اسلامیات کے طالب علم ہیں؛ اس لیے ہماری تحقیق کا دائرہ علوم اسلامیہ کے گرد ہوگا۔

اسلام میں تحقیق کی اہمیت

حضور اکرم ﷺ نے امت کی رہنمائی کے لیے اپنے بعد دو چیزیں چھوڑیں، کتاب اللہ اور

سنت جن کو مضبوطی سے تھامنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ اصحاب رسول ﷺ اور ان کے تلامذہ تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین نے اپنی تمام تر تحقیقات میں مرکزی حیثیت قران وحدیث کو دی۔ اس لیے کہ قرآن کریم اجمال ہے تو حدیث اس کی تفصیل ہے۔ قرآن کریم متن ہے تو حدیث اس کی تشریح ہے۔ قرآن وسنت جس طرح دیگر اہم دینی معاملات کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اس طرح تحقیق وتفکر اور تدبر کے بارے میں بھی واضح احکامات دیتے ہیں۔ قران وسنت سے چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں جن سے تحقیق کی اہمیت پر مزید روشنی ڈالی جاسکے گی۔

۱- قرآن کریم کی روشنی میں تحقیق کا ثبوت

قرآن کریم کی متعدد آیات تحقیق کی طرف رہنمائی کرتی ہیں:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡٓا اِنۡ جَآءَکُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوۡٓا اَنۡ تُصِیۡبُوۡا قَوۡمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصۡبِحُوۡا عَلٰی مَا فَعَلۡتُمۡ نٰدِمِیۡنَ(۷)

ترجمہ: اے وہ لوگوں جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کوئی نقصان پہنچا بیٹھو کسی قوم کو بے علمی (ونادانی) کی بناء پر تو پھر اس کے نتیجے میں تمہیں خود اپنے کیے پر شرمندگی اٹھانی پڑے۔

اسی طرح قرآن کریم میں متعدد مقامات پر لوگوں کے سوال نقل کرکے جواب کا ذکر ہے تاکہ ان کی معلومات میں اضافہ اور تحقیق کی راہیں ہموار ہوں۔

ارشاد باری تعالی ہے:

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَهِلَّةِ قُلۡ هِیَ مَوَاقِیۡتُ لِلنَّاسِ وَالۡحَجِّ(۸)

''پوچھتے ہیں آپ سے یہ لوگ اے پیغمبر چاند کی گھٹتی بڑھتی صورتوں کے بارے میں کہ ایسے کیوں ہوتا ہے؟ تو کہو کہ یہ لوگوں کے لیے تاریخوں کہ تعین اور خاص کر حج کے اوقات وتواریخ کی علامتیں ہیں''۔

ارشاد باری تعالی ہے:

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَالۡمَیۡسِرِ قُلۡ فِیۡهِمَاۤ اِثۡمٌ کَبِیۡرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثۡمُهُمَاۤ اَکۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا(۹)

''پوچھتے ہیں آپ سے اے پیغمبر شراب اور جوئے کے بارے میں تو انھیں بتا دو کہ ان دونوں چیزوں میں بڑا گناہ بھی ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے''۔

ارشاد باری تعالی ہے:

وَيَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (۱۰)

''اور پوچھتے ہیں آپ سے کہ کیا خرچ کریں تو کہو کہ جو زیادہ ہو تمہاری ضرورتوں سے۔''

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر تدبر اور غور وفکر کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (۱۱)

''کیا یہ لوگ غور نہیں کرتے اس قرآن (عظیم) میں؟ یا (ان کے) دلوں پر ان کے تالے پڑے ہوئے ہیں۔''

یہ تمام آیات تحقیق وتفکر کے بارے میں ہدایات دے رہی ہیں۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم میں حضرت موسیٰؑ کا تفصیلی واقعہ سورۃ الکہف میں آرہا ہے، جب وہ مزید تعلیم وتحقیق کے لیے حضرت خضرؑ کے پاس پہنچے اور دورانِ سفر بہت سی باتوں کا علم ہوا۔

۲- احادیثِ نبویہ ﷺ کی روشنی میں تحقیق کا ثبوت

حضور اکرم ﷺ نے اپنے متعدد ارشاداتِ عالیہ میں معاملات اور دیگر اہم امور میں غور وفکر اور تحقیق کرنے کا حکم دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''خَرَجْنَا فِي سَفَرٍ فَأَصَابَ رَجُلًا مِنَّا حَجَرٌ فَشَجَّهُ فِي رَأْسِهِ، ثُمَّ احْتَلَمَ فَسَأَلَ أَصْحَابَهُ فَقَالَ: هَلْ تَجِدُونَ لِي رُخْصَةً فِي التَّيَمُّمِ؟ فَقَالُوا: مَا نَجِدُ لَكَ رُخْصَةً وَأَنْتَ تَقْدِرُ عَلَى الْمَاءِ فَاغْتَسَلَ فَمَاتَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُخْبِرَ بِذَلِكَ فَقَالَ: قَتَلُوهُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ، أَلَا سَأَلُوا إِذْ لَمْ يَعْلَمُوا فَإِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ، إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيهِ أَنْ يَتَيَمَّمَ وَيَعْصِرَ -أَوْ يَعْصِبَ شَكَّ مُوسَىٰ - عَلَى جُرْحِهِ خِرْقَةً، ثُمَّ يَمْسَحَ عَلَيْهَا وَيَغْسِلَ سَائِرَ جَسَدِهِ''(۱۲)

''کہ ہم سفر کے لیے روانہ ہوئے راستہ میں ایک شخص کو پتھر لگا جس سے اس کا سر پھٹ گیا، اس کو احتلام ہوا اس نے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا تم مجھے تیمّم کی اجازت دیتے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں ہم تیرے لیے تیمّم کی کوئی گنجائش نہیں پاتے؛ کیونکہ تجھے پانی کے حصول پر قدرت حاصل ہے لہٰذا اس نے غسل کیا اور مر گیا جب ہم رسول ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں نے اس کو ناحق مار ڈالا، اللہ ان کو ہلاک کرے، جب ان کو مسئلہ معلوم نہ تھا تو ان کو پوچھ لینا چاہیے تھا؛ کیونکہ نہ جاننے کا علاج معلوم کر لینا ہے، اس شخص

کے لیے کافی تھا کہ وہ تیمّم کر لیتا اور اپنے زخم پر کپڑا باندھ کر اس پر مسح کر لیتا اور باقی سارا بدن دھو ڈالتا۔''

علامہ ابوسلیمان الخطابیؒ (م ۳۸۸ھ) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

قلت فی هذا الحديث من العلم أنه عابهم بالفتوى بغير علم و ألحق بهم الوعيد بأن دعا عليهم و جعلهم فی الإثم قتلة له(۱۳)

''میں کہتا ہوں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے بغیر علم کے فتوی دینے کی وجہ سے ان کی مذمت کی اور ان کے لیے وعید بیان کی اس طریقے پر کہ ان کے لیے بددعا کی اور گناہ میں ان کو اس کا قاتل قرار کر دیا۔''

چونکہ بغیر تحقیق کے یہ فتویٰ دیا گیا تھا؛ اس لیے آپ ﷺ نے ان کے بارے میں سخت کلمات کہے۔ اس لیے حکم دیا ''فَإِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ'' تحقیق سے انسان کو درست سمت کے انتخاب میں آسانی رہتی ہے ورنہ گمراہی کا اندیشہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ العِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنَ العِبَادِ، وَلَكِنْ يَقْبِضُ العِلْمَ بِقَبْضِ العُلَمَاءِ، حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا، فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا(۱۴)

''کہ اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے چھین کر نہیں اٹھائے گا؛ بلکہ علم کو علماء کے اٹھا لینے کے ذریعہ سے قبض کیا جائے گا؛ یہاں تک کہ جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنا لیں گے پس ان سے پوچھا جائے گا تو وہ بغیر علم کے فتوی دیں گے پس وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے''۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تحقیق کے ذریعہ گمراہی سے بچا جا سکتا ہے۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تحقیقی ذوق پیدا کرنے لیے کئی مرتبہ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے سوالات کیے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا، وَهِيَ مَثَلُ المُسْلِمِ، حَدِّثُونِي مَا هِيَ؟ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ البَادِيَةِ، وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ، قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَاسْتَحْيَيْتُ،

فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَخبِرنَا بِهَا؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: هِيَ النَّخلَةُ قَالَ عَبدُ اللَّهِ: فَحَدَّثتُ أَبِي بِمَا وَقَعَ فِي نَفسِي، فَقَالَ: لَأَنْ تَكُونَ قُلتَهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِن أَن يَكُونَ لِي كَذَا وَكَذَا(۱۵)

''کہ رسول ﷺ نے فرمایا درختوں میں ایک درخت ایسا ہے کہ اس میں پت جھڑ نہیں ہوتی اور وہ مومن کے مشابہ ہے(۱۶) مجھے بتاؤ کہ وہ کون سا درخت ہے؟ لوگوں کے خیال جنگل کے درختوں میں جا پڑے اور میرے دل میں یہ آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے؛ مگر میں (کہتے ہوئے) شرما گیا (بالآخر) سب لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ (ہماری سمجھ میں نہیں آیا) آپ ہمیں وہ درخت بتا دیجیے، عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ (عمر فاروق) سے، جو میرے دل میں آیا تھا، بیان کیا تو وہ بولے اگر تو نے یہ کہہ دیا ہوتا، تو مجھے اس سے اور اس سے زیادہ محبوب تھا۔''

امام ابن بطالؒ (م ۴۴۹ھ) اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

قال المهلب: معنى طرح المسائل على التلاميذ لترسخ فى القلوب وتثبت، لأن ما جرى منه فى المذاكرة لا يكاد ينسى.(۱۷)

مہلب نے کہا: شاگردوں سے سوالات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کے دلوں میں وہ باتیں راسخ ہو جائیں؛ اس لیے کہ جن چیزوں کا مذاکرہ ہوتا ہے، وہ جلدی بھولتی نہیں ہیں۔

ابن بطالؒ مزید لکھتے ہیں:

إنما أراد البخاري بهذا الباب ليبين أن الحياء المانع من طلب العلم مذموم(۱۸)

''امام بخاری کی غرض اس باب (الحیاء فی العلم) کے قائم کرنے سے یہ بیان کرنا ہے کہ جو حیاء طلب علم سے مانع ہو وہ مذموم ہے۔''

اس واقعہ سے جو نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

(الف) دینی اور شرعی امور کے علاوہ دنیاوی باتوں کی تحقیق بھی کی جاسکتی ہے۔

(ب) استاد، طلباء سے ایسے سوالات کرسکتا ہے، جن سے ان کے علم میں اضافہ ہو۔

(ج) بزرگوں اور بڑوں کی مجالس میں ادب و احترام کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا جائے۔

(د) جس چیز کا علم نہ ہو اس کے بارے میں پوچھنے سے شرم نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب آپ ﷺ نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو آپ ﷺ

نے ان سے فرمایا:

كَيُفَ تَقُضِي إِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ؟، قَالَ: أَقُضِي بِكِتَابِ اللَّهِ، قَالَ: فَإِنُ لَمُ تَجِدُ فِي كِتَابِ اللَّهِ؟، قَالَ: فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَإِنُ لَمُ تَجِدُ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ، وَلَا فِي كِتَابِ اللَّهِ؟ قَالَ: أَجُتَهِدُ رَأُيِي، وَلَا آلُو فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ صَدُرَهُ، وَقَالَ: الُحَمُدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ، رَسُولِ اللَّهِ لِمَا يُرُضِي رَسُولَ اللَّهِ(۱۹)

''فرمایا تم کس طرح فیصلہ کروگے جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ پیش ہو جائے انہوں نے کہا اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا: اگر تم اللہ کی کتاب میں وہ مسئلہ نہ پاؤ تو؟ عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر سنت رسول میں بھی نہ پاؤ تو؟ اور کتاب اللہ میں بھی نہ پاؤ تو؟ انھوں نے کہا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کمی کوتاہی نہیں کروں گا، رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینہ کو تھپتھپایا اور فرمایا کہ اللہ ہی کے لیے تمام تعریفیں ہیں جس نے اللہ کے رسول کے رسول (معاذ) کو اس چیز کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہیں۔''

یہ حدیث بھی بڑی وضاحت سے تحقیق کی اہمیت کو بیان کررہی ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے استفسار پر قرآن وسنت سے تحقیق کرکے مسائل کا حل پیش کرنے کی صراحت فرمائی، اور اس بات پر بھی روشنی ڈالی کہ اگر قرآن وسنت سے مطلوبہ مسئلہ نہ ملا تو اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا یہ محض اپنی رائے سے کام لینے کی طرف اشارہ نہیں تھا؛ بلکہ اس کے پیچھے بھی قرآن وسنت پر گہرے غور وفکر اور تحقیق سے قائم ہونے والی رائے مراد تھی۔

علامہ ابوسلیمان الخطابیؒ لکھتے ہیں:

قوله اجتهد برأيي يريد الاجتهاد فى رد القضية من طريق القياس إلى معنى الكتاب والسنة ولم يرد الرأى الذى يسنح له من قبل نفسه أو يخطر بباله عن غير أصل من كتاب أو سنة.(۲۰)

''حضرت معاذ کا فرمانا کہ میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اس سے ان کی مراد معاملات کے حل کرنے میں قرآن وسنت سے مستنبط علت کے ذریعے قیاس کرنا تھا۔ اور وہ رائے مراد نہیں

تھی جو اپنی ذات سے ذہن یا دل میں قرآن وسنت میں سے اصل کے بغیر پیدا ہو۔“

قرآن وسنت کو ۱۴۰۰ سو سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے۔اور ہر صدی میں بے شمار کتب لکھی گئیں۔ذخیرہ تفاسیر،شروح احادیث اور کتب فقہ اس بات کا ثبوت ہیں کہ امت مسلمہ نے بہت کام کیا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ اب کونسے ایسے موضوعات ہیں جن پر کام کی ضرورت ہے۔ بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہر موضوع پر بڑے عمدہ انداز میں مدلل ومفصل کام ہو چکا ہے۔؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے اسلاف اور کابرین نے اپنے اپنے زمانے میں وقت کی نزاکتوں کے پیش نظر اسلامی نقطہ نظر سے مسائل کا حل پیش کیا ہے۔جب ہم تاریخ اسلام پر نظر ڈالتے ہیں تو بہت سی علمی قدآور ایسی شخصیات کی فہرست سامنے آتی ہے کہ جن کے علمی رسوخ، تفقہ،تفکراور علمی وتحقیقی تصانیف کے آگے نظریں عقیدت سے جھک جاتی ہیں اور زبان پر ان کے لیے دعائیہ کلمات آجاتے ہیں۔

عصرحاضر میں اسلامی تحقیقات کی ضرورت

اسلام ایک عالمگیر مذہب اور دینِ فطرت ہے۔جو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔تہذیبوں کے تصادم ،رسم ورواج کے اختلاف ،علاقائی ثقافت کے مختلف ہونے سے نئے مسائل سامنے آرہے ہیں، ان کے اسلامی حل کے لیے تحقیق کی اشد ضرورت ہے۔

سائنسی کمالات

اس وقت سائنسی ترقی اور کمالات نے جہاں بہت سی سہولیات کا سامان فراہم کیا ہے وہیں بہت سے سوالات بھی پیدا کردیے ہیں۔مثلاً ایک شخص فضا میں چکر کاٹ رہا ہے، چاند پر قدم رکھ چکا ہے۔نماز کے اوقات کی تعیین اور قبلہ کی طرف رخ کیسے کرے۔خانۂ کعبہ زمین پر ہے اور وہ فضاء میں موجود ہے۔؟جہاز میں سفر کررہا ہے سورج کی ٹکیہ نظر آرہی ہے؛ جبکہ جس شہر سے جہاز گزر رہا ہے وہاں سورج غروب ہے تو اب نماز جیسے اہم فریضے کی ادائیگی کیسے ہوگی۔؟یا ایک شخص کسی آبدوز میں بیٹھ کر سمندر کی تہہ میں ہے، وہ کس طرف رخ کر کے نماز پڑھے گا۔اسی طرح سحری وافطاری کے وقت کا تعین کیسے ہوگا؟

طبی مسائل

عصرحاضر میں علم الطب میں بھی بہت ترقی ہوئی ہے۔انسان کے پورے جسم پر تحقیقات

جاری ہیں نت نئے تجربات ہورہے ہیں۔ایک شخص کے اعضاء دوسرے کو دیے جاسکتے ہیں۔؟ کیا ڈی این اے ٹیسٹ کی بدولت کسی شخص پر حد جاری کی جاسکتی ہے یا کسی کا نسب ثابت کیا جاسکتا ہے۔؟ کیا آپریشن سے مرد و عورت میں جنسی تبدیلی کی جاسکتی ہے۔؟ وغیرہ اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن پر غور وفکر کی ضرورت ہے۔

اسلامی بینکاری کا قیام

اس وقت ایک اہم کام سود سے پاک بینکاری نظام کا قیام ہے۔جس کی تشکیل عین شرعی قوانین کے مطابق ہو۔اگرچہ بعض اہل علم نے اس سلسلہ میں کوششیں کی ہیں؛ مگر اس پر دیگر اہل علم کے خدشات اور اعتراضات ہیں؛ بلکہ فریقین کی طرف سے کتب مارکیٹ میں موجود ہیں۔اگرچہ اختلاف رائے مذموم نہیں ہے؛ مگر عوام کو اس الجھن سے نکالنا تو ضروری ہے کہ کونسی رائے عصری تقاضوں کے مطابق ہے۔اور جو لوگ اس نظام سے مطمئن نہیں ہیں، ان کے اعتراضات کو دور کرنا اور صحیح خطوط پر اس طرح کام کرنا کہ اس حوالے سے اضطرابی کیفیت کا خاتمہ ہو وقت کا اہم تقاضا ہے۔

سود کی حرمت پر تو کسی مسلمان کو شک وشبہ نہیں ہے۔؟ مگر سود کا اطلاق کن صورتوں پر ہوگا اور کونسی صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔؟ اس بارے میں اختلاف شدید ہے۔یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام میں بہت سے ایسے اہل علم گزرے ہیں اور موجود ہیں جن کی نظر میں بعض صورتیں ایسی ہیں جن پر سود کا اطلاق نہیں ہوتا؛ مگر دیگر اہل علم کی رائے اس کے برعکس ہے۔؟ اس لیے سود کی ایسی جامع ومانع تعریف ہو کہ جس پر عرب وعجم کے علماء کا اتفاق ہو۔یا کم از پاک وہند کے علماء تو متفق ہوں۔مگر اس بات کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ جب چار ایسے ممالک جن میں بالترتیب، حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی فقہ نافذ ہو اور جب وہ آپس میں لین دین کریں گے تو اس کی کیا نوعیت ہوگی۔؟ اس لیے کہ سود کی حرمت کی جو علت ہر امام نے اپنے اجتہاد اور نصوص پر گہرے غور وفکر کے بعد نکالی ہے۔وہ دوسرے امام کی بیان کردہ علت سے مختلف ہے تو پھر عالمی سطح پر لین دین کرتے وقت اس مسئلہ کا کیا حل ہوگا۔؟

مذہبی انتہاء پسندی اور فرقہ واریت کا خاتمہ

انسانی زندگی میں مذہب بے حد اہمیت کا حامل ہے۔انسانی زندگی کو صحیح خطوط پر استوار کرنے کے لیے جس قدر مذہب اثر انداز ہوتا ہے اتنی کوئی دوسری قوت نہیں ہے۔انسان کو عقل یہ

سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ حیوانی زندگی سے نکل کر ایک مہذب معاشرے اور پر امن زندگی کے حصول کے لیے اسے کسی چیز کے سہارے کی ضرورت ہے اور وہ سہارا زندگی کے پیچیدہ راستوں پر مذہب کی صورت میں شمع بن کر اس کی رہنمائی کرتا ہے اور کامیاب، مہذب اور پر سکون زندگی گزارنے میں اس کا معاون بنتا ہے جس کا کوئی مذہب نہ ہو اس کی زندگی بے معنی سی ہوتی ہے جب کہ جو مذہب سے وابستہ ہوتے ہیں ان کی زندگی کا کوئی مقصد اور مفہوم ہوتا ہے۔

یہ مذہب ہی ہے جو زندگی کے تمام گوشوں کے بارے میں واضح لائحہ عمل رکھتا ہے۔ جس کی بدولت انسان حقیقی کامیابیاں حاصل کر لیتا ہے۔ روحانی غذا بھی مذہب کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔ انسان کی نظر اور فکر میں وسعت و عالمگیریت پیدا ہو جاتی ہے؛ مگر یہ سارے اثرات اس وقت مرتب ہوتے ہیں جب مذہب کو اس کی اصل پر باقی رکھتے ہوئے اس پر عمل کیا جائے اگر اس میں افراط و تفریط (زیادتی و کمی) پیدا ہوگئی تو مسائل سلجھنے کی بجائے مزید الجھ جائیں گے۔

پورا عالم اسلام مختلف تباہ کن مسائل سے دوچار رہے، ان میں مذہبی انتہاء وشدت پسندی بھی ہے، جس نے فرقہ واراریت کو مزید فروغ دیا ہے اور اس سے امن عامہ بری طرح متاثر ہوا ہے، ایک دوسرے کا قتل عین ثواب سمجھ کر کیا جا رہا ہے۔ مگر معمولی سے اختلاف رائے اور اظہار رائے کرنے پر ایک دوسرے پر سخت قسم کے فتوے لگائے جاتے ہیں اور بسا اوقات معاملات حد سے زیادہ سنگینی اختیار کر لیتے ہیں۔ ان حالات میں ضرورت ہے مذہبی انتہاء پسندی کے پس منظر، اسباب کا غیر جانبدارانہ جائزہ لیتے ہوئے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کے خاتمہ کے لیے کوئی لائحہ عمل بنایا جائے تاکہ عالم اسلام ہر قسم کے داخلی نقصانات سے محفوظ رہے۔

کرپشن کے نقصانات اور اس کا سدباب

اس وقت پاکستان کو کرپشن نے بری طرح کھوکھلا کر دیا ہے۔ اعلی سے ادنی فرد کسی نہ کسی صورت میں کرپشن میں مبتلا ہے۔ کرپشن کا مفہوم کیا ہے۔؟ کیا اس کا دائرہ صرف مالی بدعنوانی تک محدود ہے یا اور صورتیں بھی داخل ہیں۔؟ آج کل رشوت کو ہدایا کے نام سے موسوم کر کے وصول کیا جا رہا ہے۔ ہدایہ اور تحائف کے بارے میں شریعت کا کیا موقف اور مزاج ہے۔؟ کن صورتوں میں ہدایا کا شمار رشوت میں ہوگا۔؟ یا تحائف اور ہدایا کا وصول کرنا ناجائز ہوگا۔؟ کونسی صورتوں میں رشوت دی جاسکتی ہے؟

کوئی افسر اپنے ماتحت کو غلط کام کا حکم دے اور حکم عدولی کی صورت میں جانی یا مالی نقصان کا

اندیشہ ہوتو کیا حکم ہے؟ یونیورسٹیز اور کالجز کے اساتذہ کا طلباء سے ہدایا اور تحائف وصول کرنا یا مطالبات کرنا ان کا کیا حکم ہے؟ تحائف اور ہدایا وصول کر کے اساتذہ کا غیر معیاری گائیڈ نما کتب طلباء کو خریدنے کا حکم دینا۔ ڈاکٹر اور ٹیچر کا اپنی ڈیوٹی سے غیر حاضر رہنا، سرکاری اوقات میں پرائیویٹ کلینک، اکیڈمی چلانا، صحافی یا اینکر کا پیسوں کی خاطر بک جانا، علماء سوء اور ان کا کردار، اپنے ماتحتوں سے غیر مہذب رویہ، ملاوٹ اشیاء وغیرہ بیسیوں ایسے موضوعات ہیں جن پر حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے کام کیا جاسکتا ہے۔

معاشرتی رسوم ورواج کا جائزہ

اس وقت ہمارے معاشرہ میں بہت سی ایسی رسوم رائج ہوچکی ہیں، جن کے بارے میں اکثریت کو یہ ہی نہیں علم کہ کام شرعی ہے؛ اس لیے کر رہے ہیں یا ایک رسم کے طور پر سرانجام دے رہے ہیں؟ کونسے کام شرعا مباح ہیں اور کونسے ناجائز ہیں۔ خوشی وغمی کا شرعی تصور کیا ہے؟ اظہار مسرت وغم میں کس حد تک آگے بڑھا جاسکتا ہے۔؟ شادی وبیاہ اور تجہیز وتکفین کے حوالہ سے اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟ بعض خاندانوں میں کزن میرج (چچازاد اور پھوپی زاد کی آپس میں شادی) کو سخت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اس کا پس منظر کوئی خاندانی رواج ہے؟ طبی رائے ہے؟ وغیرہ

انٹرنیٹ، ٹی وی، کیمرہ کا استعمال

عصر حاضر میں بہت سی ایجادات منظر عام پر آئی ہیں۔ ان کے استعمال کے حوالہ سے اسلام کا موقف کیا ہے؟ مثلاً ٹی وی، سی ڈی پلیئر، ڈی وی ڈی، کمپیوٹر، انٹرنیٹ، کیبل، موبائل فون وغیرہ کا استعمال کس حد تک جائز ہے۔ میوزک وموسیقی، ناچ گانا، قوالی وغیرہ کے کیا احکامات ہیں؟ کیمرہ کی تصویر کا حکم اور ہاتھ سے بنائی جانے والی تصاویر کی شرعی حیثیت متعین کرنا اسلامی محقق کی ذمہ داری ہے؛ تاکہ لوگوں پر صحیح صورتِ حال واضح ہوسکے۔

مستشرقین کا تعاقب

مستشرقین کے اسلام پر کیے جانے والے اعتراضات، قرآن مجید اور بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ پر اٹھائے گئے سوالات کے صحیح جوابات دینا اسلامیات کے اسٹوڈنٹ کی دینی واخلاقی ذمہ داری ہے۔ جن میں نہ معذرت خواہانہ انداز ہو اور نہ ہی روح شریعت اور مزاج شریعت سے صرف نظر کیا گیا ہو۔

مغرب کی برتری کا جواب

آج یورپ کی برتری کے نعرے بلند ہورہے ہیں کسی چیز کے صحیح اور مستند ہونے کے لیے یورپ کی تصدیق کافی سمجھی جاتی ہے اور اسلامی تہذیب وتمدن کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔ایسے حالات میں اسلامیات کے محقق پر لازم ہے کہ وہ احکام اسلام کی ایسی توضیح وتشریح کرے جس سے اسلام کی صحیح ترجمانی ہو۔

اس کے علاوہ اور بھی موضوعات ہیں جن پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

تحقیق کے فوائد

تحقیق کے بہت سے فوائد ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱-نئی معلومات کا حصول

۲-اصل ماخذ تک رسائی

۳-کارکردگی میں اضافہ

۴-حقیقت سے آگاہی

۵-توہمات سے چھٹکارہ

۶-تعصّبات کا خاتمہ

۷-صحیح وغلط کی پہچان

۸-ندامت سے بچاو

۹-علم میں وسعت وگہرائی کا پیدا ہونا

۱۰-صلاحیتوں کا نکھرنا

۱۱-صحیح نتائج تک رہنمائی

۱۲-جمود کا خاتمہ

۱۳-صحیح نظریات کی سچائی کا ادراک

۱۴-باطل اور جھوٹ کارد

۱۵- قوت فیصلہ کا پیدا ہونا

۱۶-آلام ومصائب سے نجات

۱۷- ترقی میں ممد ومعاون

۱۸- پرسکون زندگی گزارنے کے طریقوں کا علم

۱۹- کائنات کے رازوں اور بھیدوں کا علم

۲۰- شکوک وشبہات کی فضاء کا خاتمہ

طریق کار

اس کا طریقہ کار یہ ہوگا کہ ہم قرآن وسنت اوران کی توضیح وتشریح میں لکھی اپنے اسلاف کی کتب کی طرف مراجعت کریں گے اوران اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مسائل کا حل پیش کریں گے، جن پر صدیوں غوروفکر ہوااوروہ مزید نکھر کر سامنے آگئے ہیں۔

چونکہ ہم لوگ فقہ حنفی کے مطابق عمل کرتے ہیں؛ اس لیے دورانِ تحقیق فقہاء احناف کی کتب کو ضرور مدنظر رکھیے۔اور چونکہ دیگر ائمہ عظام، مالکیہ، شوافع، حنابلہ کی کتب بھی تحقیقی کاموں میں معاون ثابت ہوسکتی ہیں، اس لیے کہ ائمہ اربعہ اوران کے متبعین میں جتنے بھی نامور اہل علم گزرے ہیں وہ سب حق کی ہی اتباع کرنے والے تھے صرف حق کو فقہ حنفی کے ساتھ خاص سمجھنا یہ بہت بڑی غلطی ہے۔اس میں کوئی شک نہی کہ امام ابوحنیفہؒ کو جواللہ تعالی نے فقہی بصیرت عطا فرمائی تھی اور جو آپؒ کی نصوص پر گہری نظر تھی اس کا مقابلہ کوئی آپ کا ہم عصر اور بعد کے افراد میں بھی کوئی نہ کرسکا؛ تاہم اپنے اپنے زمانے میں بہت سی علمی شخصیات گزری اوران کے علمی کارنامے داد تحسین کے مستحق ہیں۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جو کام دارالعلوم دیوبند ہندوستان اوراس کے فضلاء سے لیا ہے برصغیر اور دیگر اسلامی ممالک میں اس کی نظیر ملنی دشوار ہے۔الحمدللہ علماء دیوبند نے جس اعتدال اور للّٰہیت وخلوص سے علوم اسلامیہ کی خدمت کی ہے اس کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔اس لیے دوران تحقیق خاتم الفقہاء حضرت علامہ سید محمد انورشاہ کشمیریؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ العرب والعجم حضرت سید حسین احمد مدنیؒ ، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، علامہ ظفر احمد عثمانیؒ، شیخ الحدیث مولانا یوسف بنوریؒ، شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ ، مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ، حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ ومولانا بدر عالم میرٹھیؒ اور بھی بہت سے نام ہیں جو طوالت کے خوف سے حذف کررہا ہوں کی علمی کتب کو ضرور مطالعہ میں رکھیے۔

ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہوگا جس پر ہمارے اکابر نے کہیں نہ کہیں ضرور کچھ لکھا ہوگا شرط صرف

تلاش اور کتب کی ورق گردانی کی ہے۔ان شاء اللہ العزیز اپنے دوسرے مقالہ میں اس پر بھی روشنی ڈالوں گا کہ حدیث وتفسیر وفقہ میں کونسی کتب میں زیادہ بہتر انداز میں مباحث کو سمیٹا گیا ہے اور جو مسئلہ عام کتابوں میں نہ ہوتو وہ کن کتابوں میں ملے گا۔اور دیگر مفید امور پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔

❁ ❁ ❁

حواشی:

(۱) کیرانوی، وحید الزمان، مولانا، القاموس الوحید، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۱ء، صفحہ ۳۶۰۔

(۲) خلیل ابن احمد، ابوعبدالرحمٰن، کتاب العین، دارومکتبۃ الہلال، س ن، جلد ۳، صفحہ ۶۔

(۳) ابن منظور، محمد بن مکرم، الافریقی، لسان العرب، بیروت، دار صادر، ۱۴۱۴ھ، جلد ۱۰، صفحہ ۴۹۔

(۴) القرآن، البقرہ: ۴۲۔

(۵) القرآن، یٰسین: ۷۰۔

(۶) اکرم رانا، ڈاکٹر، اسلامی اصول تحقیق، ملتان، مکتبہ قاسمیہ۔

(۷) القرآن، الحجرات: ۶۔

(۸) القران، البقرہ: ۱۸۹۔

(۹) القران، البقرہ: ۲۱۹۔

(۱۰) القران، البقرہ: ۲۱۹۔

(۱۱) القران، محمد: ۲۴۔

(۱۲) ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، السجستانی، السنن، بیروت، المکتبۃ العصریہ، س ن، جلد ۱، صفحہ ۹۳، حدیث نمبر ۳۳۶۔

(۱۳) الخطابی، حمد بن محمد، ابوسلیمان، معالم السنن شرح سنن ابی داؤد، حلب، المطبعۃ العلمیۃ، ۱۳۵۱ھ، جلد ۱، صفحہ ۱۰۴۔

(۱۴) البخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، الجامع الصحیح، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ جلد ۱، صفحہ ۳۱، حدیث نمبر ۱۰۰۔

(۱۵) البخاری، الجامع الصحیح، جلد ۱، صفحہ ۳۸، حدیث نمبر ۱۳۱۔

(۱۶) مومن کی کھجور کے درخت سے وجہ تشبیہ اس طرح ہے کہ جیسے کھجور کے پتے کبھی نہیں گرتے، ہمیشہ رہتے ہیں، اسی طرح مومن ہمیشہ، نماز، روزہ، ذکر اللہ اور دیگر خیر اور بھلائی کے کام کرتا رہتا ہے۔ یہ کام اس سے منقطع نہیں ہوتے۔(ابن بطال، شرح صحیح البخاری، جلد ۱، صفحہ ۱۴۱)

(۱۷) ابن بطال، علی بن خلف، ابوالحسن، شرح صحیح البخاری، الریاض، مکتبۃ الرشد، ۱۴۲۳ھ، جلد ۱، صفحہ ۱۴۱۔

(۱۸) ابن بطال، شرح صحیح البخاری، جلد ۱، صفحہ ۲۱۰۔

(۱۹) ابوداؤد، السنن، ۳، صفحہ ۳۰۳، حدیث نمبر ۳۵۹۲۔

(۲۰) الخطابی، معالم السنن شرح سنن ابی داؤد، جلد ۴، صفحہ ۱۶۵۔

❁ ❁ ❁

خیر الکلام فی کشف أوهام الأعلام

(۳)

از: مولانا مفتی عمر فاروق لوہاروی
شیخ الحدیث دارالعلوم، لندن

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا نام ''صحیح بخاری'' میں کتنی بار آیا ہے؟

'فیض الباری علی صحیح البخاری' من أمالی الفقیه المحدث الاستاذ الکبیر إمام العصر الشیخ محمد أنور الکشمیری قدس اللّٰہ سرہ میں ہے:

وَلَمْ يُسَمِّ أحمدَ إلّا فِي مَوْضِعَيْنِ. (فیض الباری، کتاب الزکاۃ، باب فی الرکاز الخمس، ص:٥٤، ج:٣، المجلس العلمی: ڈابھیل)

''اور-مصنف رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں-امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا دو ہی جگہ نام لیا ہے۔''

بندہ کہتا ہے:

''فیض الباری علی صحیح البخاری'' میں مذکور یہ بات کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۴-۲۵۶ھ) نے اپنی کتاب: الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وسننه وأیامه، **میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا نام دو ہی جگہوں لیا ہے، وہم پر مبنی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی کل دو روایتیں اپنی 'صحیح' میں تخریج فرمائی ہیں، ان میں سے ایک مرفوع ہے، جو بواسطہ ہے اور دوسری موقوف ہے، جو بلاواسطہ ہے؛ چناں چہ مرفوع روایت بواسطہ احمد بن الحسن الترمذی حسب ذیل ہے:**

(١) حَدَّثَنِی أحمدُ بنُ الحسنِ قال: حدَّثَنا أحمدُ بنُ محمدِ بنِ حنبلِ بنِ هِلالٍ قال: حدّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلیمانَ، عَنْ کَهْمَسٍ، عَنِ ابنِ بُرَیْدَةَ، عَن أبیهِ قال: غَزَا معَ رسولِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم سِتَّ عَشرةَ غزوةً. (صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب کم غزا النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم، ص:٦٤٢، ج:٢، قدیمی: کراچی)

اور موقوف بلاواسطہ روایت یہ ہے:

(۲) وَقال لَنَا أحمدُ بنُ حَنبلٍ: حدَّثَنا يَحيَى بنُ سعيدٍ عَنُ سفيانَ قَالَ: حَدَّثَنی حَبيبٌ عَنُ سَعِيدٍ، عَنِ عباسٍ – رضی الله عنهما – حَرُمَ مِنَ النَّسَبِ سَبُعٌ، ومِنَ الصِّهرِ سبعٌ ثُمَّ قرأ ﴿حُرِّمَتُ عَلَيكُمُ أُمَّهٰتُكُمُ﴾ الآية. (صحيح بخاری، كتاب النكاح، باب ما يحل من النساء وما يحرم الخ، ص:۷۶۵، ج:۲، قديمی: كراچی)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا دو جگہوں کے علاوہ مزید دو جگہوں پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا نام ذکر فرمایا ہے:

(۱) قال أبو عبدِ اللّٰهِ: قال عَلِيُّ بنُ عبدِ اللّٰهِ (المدينی): سَأَلَنی أحمدُ بنُ حنبلٍ عن هذا الحديثِ قالَ وإنّما أردتُ أن النبیَّ صلی الله عليه وسلم كان أعلَی مِن الناسِ، فلا بأسَ أن يكونَ الإمامُ أعلی مِنَ الناسِ بهذا الحديث قال: فقلتُ: فإن سفيانَ بنَ عُيَيُنَة كان يُسأَلُ عن هذا كثيرًا، فَلَمُ تَسُمَعُهُ مِنُهُ؟ قال: لَا. (صحيح بخاری، كتاب الصلاة، باب الصلاة فی السطوح والمنبر والخشب، ص:۵۵، ج:۱، قديمی: كراچی)

(۲) قال أبو عبدِ اللّٰه: وقال أحمدُ بنُ حنبلٍ: إن نَقَص رمضانُ تَمَّ ذُوالحجة، وإن نقص ذُوالحجة تَمَّ رمضانُ. (صحيح بخاری، كتاب الصوم، باب شهرا عيد لا ينقصان، ص:۲۵۶، ج:۱، قديمی: كراچی)

مذکورہ بالا کل چار مقامات کے علاوہ تین جگہیں اور ہیں، جہاں ''احمد'' نام آیا ہے۔ بعض حضرات نے اس سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو مراد لیا ہے؛ لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کو اس میں تأمل ہے۔ وہ تین جگہیں درج ذیل ہیں:

(۱) **حدَّثَنا** حَفُصُ بنُ عُمَرَ حدَّثَنا هَمّامٌ، عَنُ قتادةَ، عَنُ أبی الخليلِ، عَنُ عبدِ اللّٰهِ بنِ الحارث، عَنُ حَكِيمِ بُنِ حِزامٍ، عَنِ النّبیِّ صلی الله عليه وسلم قال: البَيّعانِ بِالُخِيارِ مَالَمُ يَتفرَّقا. وزاد أحمدُ حدَّثَنا بَهُزٌ قَالَ: هَمَّامٌ: فذكرتُ ذلكَ لأبی التَّيّاحِ فقال: كنتُ مَعَ أبی الخليلِ لَمَّا حدّثهُ عبدُ اللّٰهِ بنُ الحارثِ هذا الحديثَ. (صحيح بخاری، كتاب البيوح، باب كم يجوز الخيار، ص: ۲۸۳، ج:۱، قديمی: كراچی)

ابوالمعالی احمد بن یحیٰ بن ہبۃ اللہ بن البیع فرماتے ہیں کہ اس روایت میں مذکور ''احمد'' سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں۔ علامہ بدرالدین زرکشی رحمۃ اللہ علیہ (۷۴۵-۷۹۴ھ)

نے اسی کو اختیار کیا ہے اور علامہ کرمانی (۷۱۷-۷۸۶ھ) اور علامہ بدرالدین الدمامینی (۷۶۳ و قیل: ۷۶۴-۸۲۷ و قیل: ۸۳۱ھ) وقیل غیرہما) رحمہما اللہ کا میلان اسی قول کی طرف ہے۔ (التوضیح لشرح الجامع الصحیح، ص:۲۳۸، ج:۱۴، وزارة الأوقاف: قطر، عمدة القاری، ص:۲۲۷، ج:۱۱، دار إحیاء التراث العربی: بیروت، التنقیح لألفاظ الجامع الصحیح، ص:۳۳۵، ج:۲، مکتبه نزار مصطفی الباز: مکة المکرمة، شرح البخاری للکرمانی، ص:۶،۷، ج:۱۰، دارإحیاء التراث العربی: بیروت، مصابیح الجامع، ص:۴۲، ج:۵، دارالنوادر: سوریة)

لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۳-۸۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کو (عن بَهْزٍ) 'مسند احمد بن حنبل' میں نہیں پایا۔ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں یہاں ''احمد'' سے مراد ابوجعفر احمد بن سعید الدارمی ہیں۔ ابوعوانہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی 'صحیح' میں اس حدیث کو ابوجعفر الدارمی- جن کا نام احمد بن سعید ہے- عن بَهْزٍ کے طریق سے موصولاً نقل کیا ہے۔ (هدی الساری مقدمة فتح الباری، ص:۵۳۵، ۵۳۶، ج:۱، طار طيبة: الرياض، فتح الباری بشرح صحيح البخاری، ص:۵۶۳، ج:۵، دار طيبة: الرياض، تغليق التعليق على صحيح البخاری، ص:۲۲۷، ج:۳، المکتب الإسلامی: بيروت)

(۲) **حَدَّثَنا** أبو الرَّبيعِ سُليمانُ بنُ داوٗدَ و أَفْهَمَنِي بعضَهُ أحمدُ حَدَّثَنا فُلَيحُ بنُ سليمانَ عَنِ ابنِ شهاب الزهريِّ، عَنْ عروةَ بنِ الزُّبيرِ و سعيدِ بنِ المسيّبِ وعلقمةَ بنِ وقّاص الليثيِّ وعُبيدِ اللّٰهِ بنِ عبدِ اللّٰهِ عُتبةَ، عَنْ عائشةَ رضى اللّٰه عنها زوجِ النبيِّ صلى اللّٰه عليه وسلم حِيْنَ قال لها أهلُ الإفكِ ما قالُوا، فَبَرَّأَهَا اللّٰهُ مِنْهُ. (صحيح بخاری، کتاب الشهادات، باب تعديل النساء بعضهن بعضا، ص:۳۶۳، ج:۱، قديمی: کراچی)

اس روایت میں مذکور ''احمد'' سے کون شخصیت مراد ہے؟ اس سلسلے میں مختلف اقوال ہیں:

ابن خلفون نے ''المعلم بأسماء شيوخ البخاری ومسلم'' میں ذکر کیا ہے کہ شاید یہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۳-۷۴۸ھ) نے ''طبقات القراء'' میں لکھا ہے کہ احمد بن النضر النیسابوری مراد ہیں۔

علامہ کرمانی اور ان کے اتباع میں علامہ شمس الدین البرماوی (۷۶۳-۸۳۱ھ) رحمہما اللہ

فرماتے ہیں کہ بعض نسخوں میں احمد بن یونس- یعنی احمد بن عبداللہ بن یونس الیر بوعی جوشیخ الاسلام سے معروف ہیں- واقع ہوا ہے۔ دمیاطی کے یہاں احمد بن یونس واقع ہوا ہے۔خلف واسطی اپنے ”الأطراف“ میں اسی کے قائل ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (۸۴۹-۹۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

وأفهمني بعضَه أحمد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے۔اس صورت میں کہا گیا ہے کہ یہ ”ابن حنبل“ ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ ”ابن النضر النيسابوري“ ہیں اور وأفهمني بعضَه أحمد اگر سلیمان بن داوٗد کا کلام ہے، تو پھر یہ ”ابن يونس“ ہیں۔ (التوضيح لشرح الجامع الصحيح، ص:٥٦٣،٥٦٤، ج:١٦، شرح البخاري للكرماني، ص:١٨٠، ج:١١، اللامع الصبيح بشرح الجامع الصحيح، ص:١٩٢، ج:٨، دارالنوادر: سورية، هدى الساري، ص:٥٤١، ج:١، فتح الباري، ص:٥٣٢،٥٣٣، ج:٦، عمدة القاري، ص:٢٢٧، ج:١٣، إرشاد الساري لشرح صحيح البخاري، ص:١٠٧، ج:٦، العلمية: بيروت، التوشيح على الجامع الصحيح، ص:١٨٠، ج:٣، العلمية: بيروت)

(٣) **حَدَّثنا** محمدُ بنُ عبدِ اللّٰهِ الأنصاريُّ قال: حدّثني أبِي، عَنْ ثُمامَةَ، عَنْ أنسٍ – رضي اللّٰه عنه – أنّ أبا بكرٍ – رضي اللّٰه عنه – لمّا استُخلِفَ كَتَبَ لهٗ، وكان نقشُ الخاتمِ ثلثةَ أَسْطُرٍ: محمدٌ سَطْرٌ، ورسولٌ سطرٌ، واللّٰهِ سطرٌ. قال أبو عبدِ اللّٰهِ: وزادني أحمدُ قال: حدثنا الأنصاريُّ قال: حدثني أبِي، عن ثُمامةَ، عَن أنسٍ – رضي اللّٰه عنه – قال: كان خاتمُ النبيِّ صلى اللّٰه عليه وسلم في يدِهٖ، وفي يدِ أبي بكرٍ بَعْدَهُ، وفي يدِ عُمَرَ بعدَ أبي بكرٍ، فلمّا كان عثمانُ – رضي اللّٰه عنهم – جَلَسَ علىٰ بِئْرِ أَرِيسَ، فَأَخْرَجَ الخاتمَ، فجعل يَعْبَثُ بِهِ فَسَقَطَ. قال: فَاخْتَلَفْنا ثلثةَ أيامٍ مَعَ عُثمانَ، فَنَزَحَ الْبِئْرَ فَلَمْ يجدْهُ. (صحيح بخاري، كتاب اللباس، باب هل يجعل نقش الخاتم ثلثة أسطر، ص:٨٧٣، ج:٢، قديمي: كراچي)

حافظ مزّی رحمہٗ اللہ ”الأطراف“ میں فرماتے ہیں کہ اس روایت میں مذکور ”احمد“ سے مراد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ علامہ کرمانی اور علامہ برماوی رحمہما اللہ اسی کے قائل ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکثر نسخوں میں بغیر نسبت کے ”وزادنا

أحمد“ واقع ہوا ہے۔ ”الجمع بين الصحيحين“ للحميدی میں ”وزادنا أحمد – یعنی ابن حنبل“ واقع ہوا ہے۔ ہوسکتا ہے، جزماً ابن حنبل مراد لینے والوں کے پیش رو حُمیدی ہی ہوں۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لیکن میں نے اس حدیث کو اس طریق سے ”مسند احمد“ میں بالکل نہیں پایا؛ لہٰذا یہاں ”احمد“ سے امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو مراد لینے میں نظر ہے۔ (تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف، ص:۲۸۵،ج:۵، المكتب الإسلامی: بیروت، شرح البخاری للكرمانی، ص:۱۰۵، ج:۲۱، اللامع الصبيح بشرح الجامع الصحيح، ص:۴۷۱، ج:۱۴، هدی الساری، ص:۵۴۰،۵۴۱، ج:۱، فتح الباری، ص:۳۷۵، ج:۱۳، النكت الظراف على الأطراف مع تحفة الأشراف، ص:۲۸۶،۲۸۷، ج:۵)

الغرض امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا نام ”صحيح بخاری“ میں صرف دو جگہوں پر ہونے کا قول وہم پر مبنی ہے۔ بندہ کے ناقص خیال میں محدث العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۹۲-۱۳۵۲ھ) نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی دو روایتوں کے ”صحیح بخاری“ میں مذکور ہونے کو بیان فرمایا ہوگا؛ لیکن ضابط سے ضبط میں تسامح ہوگیا ہوگا اور ان کا نام دو مقام میں ہونے کو نقل کردیا ہوگا۔ والله سبحانه وتعالىٰ أعلم بحقيقة الحال.

مذکورہ بالا تفصیل سے علامہ بدرالدین زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کا وہم بھی واضح ہوگیا۔ موصوف نے صحيح بخاری، كتاب البيوع، باب كم يجوز الخيار، ص:۲۸۳، ج:۱ کی روایت کے ذیل میں ذکر فرمایا ہے کہ یہ ان دو جگہوں میں سے ایک ہے، جن میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر فرمایا ہے:

(وزاد أحمد) هو أحمد بن حنبل، وهذا أحد الموضعين الذی ذكره البخاری فيهما. (التنقيح لألفاظ الجامع الصحيح، ص:۳۳۵، ج:۲، مكتبة نزار مصطفى الباز: مكة المكرمة)

اگر علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد مطلق نام ذکر کرنا ہے، تو اس کا وہم ہونا ظاہر ہے؛ اس لیے کہ ماقبل میں تصریح گزر چکی کہ کل چار مقامات میں تو بلاشبہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا نام آیا ہے اور بقیہ تین جگہوں میں سے ”كتاب البيوع“ میں خود علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے ”احمد“ سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو مراد لیا ہے، تو کم از کم پانچ مقامات تو ہوگئے، جن میں امام احمد بن

حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر ہوا اور اگر علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد - جیسا کہ ظاہر ہے - یہ ہو کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی روایت دو جگہوں میں ذکر فرمائی ہے، ان میں سے ایک جگہ یہ کتاب البیوع والی ہے، تب بھی ان کا قول وہم پر مبنی ہوگا؛ اس لیے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی روایتیں دو نہیں؛ بلکہ تین ہوں گی: (۱) کتاب المغازی میں (۲) کتاب النکاح میں اور (۳) علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے اعتبار سے کتاب البیوع میں۔ اِلّا یہ کہ یہ تاویل کی جائے کہ علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد یہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ''صحیح'' میں جن دو جگہوں میں ان سے مرفوع روایات ذکر فرمائی ہیں، ان میں سے ایک جگہ یہ کتاب البیوع والی ہے۔ یا یہ تاویل کی جائے کہ دو جگہوں میں ان کی روایتیں مستقلاً ذکر فرمائی ہیں، ان میں سے ایک جگہ یہ کتاب البیوع والی ہے۔ دو جگہوں کے علاوہ میں ان کی روایت استشہاداً ذکر فرمائی ہے۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کسی طرح یہ تسلیم نہیں کرتے کہ کتاب البیوع کی روایت میں مذکور ''احمد'' سے مراد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ وہ تنقیح الزرکشی پر اپنے حواشی میں فرماتے ہیں کہ یہاں ''احمد'' سے مراد احمد بن سعید ہیں اور جن دو جگہوں کے متعلق علماء نے کہا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے روایتیں نقل کی ہیں کتاب البیوع والی ان دو جگہوں میں سے ایک نہیں ہے؛ بلکہ ان میں سے ایک ''کتاب المغازی'' کے آخر میں اور دوسری ''کتاب النکاح'' میں ہے۔ کتاب المغازی میں جو روایت ہے، اس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: حدّثنا أحمد بن الحسن حدثنا أحمد بن حنبل اور کتاب النکاح والی روایت میں فرمایا ہے: قال لنا أحمد بن حنبل.

قوله: [(وزاد أحمد) هو أحمد بن حنبل، وهذا أحد الموضعين الذى ذكره البخارى فيهما]. ليس كما قال؛ بل أحمد هذا هو أحمد بن سعيد كما بينته فى تغليق التعليق، والموضعين اللذين قالوا: إن البخارى روى فيهما عن أحمد ليس هذا أحدهما؛ بل أحدهما فى آخر المغازى، والآخر فى النكاح، قال فى الذى فى المغازى: حدثنا أحمد بن الحسن ثنا أاحمد بن حنبل، وقال فى الذى فى النكاح: قال لنا أحمد بن حنبل. (حواشى الحافظ ابن حجر العسقلانى على تنقيح الزركشى مع كشف المشكل لابن الجوزى على صحيح البخارى، كتاب البيوع، باب كم

يجوز الخيار، ص:۹۹، ج:۳، دارالكتب العلمية: بيروت) والله تعالىٰ أعلم.

یحییٰ بن مَعین کا نام ''صحیح بخاری'' میں کتنی بار آیا ہے؟

''فيض الباری علی صحيح البخاری'' من أمالی الفقيه المحدث الاستاذ الكبير إمام العصر الشيخ محمد أنور الكشميری قدس الله سره میں ہے:

و (لم يُسَمِّ) ابن مَعين (إلّا) فی موضع. (فيض الباری، كتاب الزكاة، باب فی الركاز الخمس، ص:٥٤، ج:٣، المجلس العلمی: ڈابھیل)

''اور- مصنف رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں- یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ہی مقام میں نام لیا ہے۔''

بندہ کہتا ہے:

''فيض الباری'' میں مذکور یہ بات کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۴-۲۴۵ھ) نے اپنی کتاب میں یحییٰ بن مَعین رحمۃ اللہ علیہ کا نام ایک ہی مقام میں لیا ہے، وہم پر مبنی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن مَعین رحمۃ اللہ علیہ کی کل تین روایات اپنی ''صحیح'' میں ذکر فرمائی ہیں، جن میں سے ایک روایت كتاب المناقب میں بلا واسطہ ہے اور دوسری كتاب المناقب ہی میں عبداللہ بن حماد الآملی کے واسطے سے اور تیسری كتاب التفسير میں عبداللہ بن محمد المسندی کے واسطے سے ہے:

(۱) - حدّثنا يَحييٰ بنُ مَعينٍ وصدقه قالا أَخبرَنا مُحمدُ بنُ جَعفرٍ عَنْ شعبةَ عَنْ واقدِ بنِ محمدٍ عن أبيهِ عَنِ ابنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰه عَنهُما قالَ ''قالَ أبو بَكرٍ: ارْقُبوا مُحمدًا صلى اللّٰه عليه وسلم فی أَهلِ بَيْتِهِ'' (صحيح بخاری، كتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسين، ص:٥٣٠، ج:١، قديمی: كراچی)

(۲) - حدّثنی عبدُ اللّٰه بن حمّادٍ الآملی قال حدَّثنی يحيیٰ بن مَعينٍ قال حدّثنا إسماعيلُ بن مجالدٍ عن بيانٍ عن بَرةَ عن همامِ بن الحارثِ قال: قال عمارُ بن ياسرٍ: وأيت رسولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وما مَعه إلا خمسةُ أعبُدٍ وامرأتانِ وأبوبكر. (صحيح بخاری، كتاب المناقب، باب إسلام أبی بكر الصديق، ص:٥٤٤، ج:١، قديمی: كراچی)

(۳) - حدّثنی عبدُ اللّٰه بن محمد قال حدَّثنی يحيی بن معين قال حدَّثنا

حجاج قال ابنُ جُريجٍ قال ابنُ أبی مُلَیکةَ و کان بینهما شیءٌ، فغدَوت علی ابن عبّاس فقلتُ: أتریدُ أن تُقاتلَ ابنَ الزُّبیر فتُحِلَّ ما حَرَّمَ اللّٰه؟ فقال: مَعاذَ اللّٰه. إنّ اللّٰه کتبَ ابنَ الزُّبیر وبنی أمیة محلِّین، وإنی واللّٰه لا أحله أبدًا. قال قال الناسُ بایعْ لابنِ الزُّبیر، فقلت: وأینَ بهذا الأمرِ عنه، أما أبوہ فحوارِیُّ النبیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم – یرید الزُّبیرَ – وأما جَدُّہُ فصاحِبُ الغار – یریدُ أبابکر – وأما أمهُ فذاتُ النطاق، یُریدُ أسماء. وأما خالته فأمُّ المؤمنین یرید عائشة. وأما عمتهُ فزوج النبیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم – یریدُ خدیجة – وأما عمة النبیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم فجدته – یرید صفیة – ثم عفیف فی الإسلام قارئٌ للقرآن. واللّٰه إن وَصَلونی وصَلونی من قریب، وإن ربّونی ربَنی أکفاءٌ کرام. فآثر علی التّوَیتات والأسامات والحمیدات یُریدُ أبُطُنًا من بنی أَسَد: بنی تُوَیت وبنی أُسامة وبنی حمید. إنَّ ابنَ أبی العاص برزَ یمشی القُدَمیة، یعنی عبدَالملك بن مروان. وإنه لوَّی ذَنَبَه، یعنی ابن الزُّبیر. (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ براء ۃ، باب قوله: ﴿ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْھُمَا فِی الْغَارِ﴾، ص:۶۷۲، ج:۲، قدیمی: کراچی)

اس سے ثابت ہوا کہ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا نام صحیح بخاری میں ایک ہی مقام میں ہونے کا قول وہم ہے، الّا یہ کہ یہ تاویل کی جائے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بلا واسطہ روایت میں یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا نام ایک ہی جگہ لیا ہے۔

”السِّلْعَة“ کو ”فتح الباری“ کے حوالے سے فتح السّین ضبط کرنا وہم ہے

☆ ”صحیح بخاری“ میں ہے:

حَدَّثَنَا یحییٰ بنُ بُکَیرٍ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ عَنْ یونسَ عن ابنِ شهابٍ قال ابنُ المسیّب: إنّ أبا هریرة قال: سمعتُ رسولَ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: الحَلِفُ مُنَفِّقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِّلبَرَکَةِ. (صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ﴿یَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ﴾ الخ، ص:۲۸۰، ج:۱، قدیمی: کراچی)

... ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ (جھوٹی) قسم سامان کو بہت زیادہ رائج کرنے والی اور فروخت کرنیوالی ہے؛ (لیکن) برکت کو بہت زیادہ مٹانے والی ہے۔“

ہندوپاک کے مطبوعہ کئی نسخوں میں مابین السطور "السلعة" کی سین کا ضبط "ف" کے رمز کے ساتھ "فتح الباری" کے حوالے سے لکھا ہے:

بفتح السین المتاع ۱۲ ف (حوالہ مذکورہ بالا)

"السلعة" سین کے فتحہ کے ساتھ متاع یعنی سامان کے معنی میں ہے۔"

بندہ کہتا ہے:

"السلعة" کو "فتح الباری" کے حوالے سے بفتح السّین ضبط کرنا وہم ہے؛ اس لیے کہ "فتح الباری" میں بفتح السین ضبط نہیں کیا ہے؛ بل کہ بکسر السّین ضبط کیا ہے؛ چناں چہ "فتح الباری" میں ہے:

والسلعة بکسر السین المتاع. (فتح الباری، ص:۵۴۴، ج:۵، دارطیبة: الریاض)

علامہ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ کے دو وہم

❁ علامہ مجد الدین ابن الاثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ (۵۴۴-۶۰۶ھ) "جامع الأصول من أحادیث الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم" میں "صحیح بخاری" کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کا اثر نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

۳۳۲ (خ - عبد اللّٰہ بن أبی أوفی رضی اللّٰہ عنہ) قال: "الناجشُ آکلُ الربا خائنٌ، وھو خِداعٌ باطلٌ، لایحلُّ"

ذکرہ البخاری تعلیقًا. (جامع الأصول من أحادیث الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم، حرف الباء، الکتاب الثانی فی البیع، الباب الثالث فیما لا یجوز فعلہ فی البیع، الفصل الأول فی الخداع، الفرع الثالث فی النجش، ص:۴۲۵، ج:۱، دارإحیاء التراث العربی: بیروت)

"حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

ناجش یعنی بغیر ارادۂ خریداری دوسرے کو پھنسانے کے لیے سامان کا بڑھا چڑھا کر دام لگانے والا سودخور اور خائن ہے۔ یہ خداع ہے، باطل ہے، ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس اثر کو تعلیقاً ذکر فرمایا ہے۔"

بندہ کہتا ہے:

علامہ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ کو یہاں دو وہم ہوگئے:

(ا) پہلا وہم یہ ہے کہ انھوں نے وھو خداع باطل، لا یحلّ کو حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کا کلام سمجھ کران کے اثر کا جزء بنادیا؛ حالاں کہ یہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کے کلام کا تتمہ نہیں ہے، ان کا کلام تو خائنٌ پر مکمل ہوگیا ہے، آگے وھو خداعٌ باطلٌ، لا یحلّ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۴-۲۵۶ھ) کا کلام ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳-۸۵۲ھ)، علامہ عینی (۷۶۲-۸۵۵ھ)، شیخ الاسلام زکریا الانصاری (راجح قول کے مطابق ۸۲۶-۹۲۶ھ)، علامہ قسطلانی (۸۵۱-۹۲۳ھ)، امام عبداللہ بن سالم البصری المکی (۱۰۴۸-۱۱۳۴ھ)، علامہ محمد تاودی مالکی (۱۱۱۱-۱۲۰۹ھ) اور علامہ محمد الفضیل بن الفاطمی الزرہونی (وفات: ۱۳۱۸ھ) رحمہم اللہ نے ذکر فرمایا ہے؛ چناں چہ "فتح الباری" میں ہے:

قوله: ﴿وهو خداع باطل لا يحلّ﴾ هو من تفقه المصنف، و ليس من تتمة كلام ابن أبى أوفى. (فتح البارى، كتاب البيوع، باب النجش و منقال: لا يجوز ذلك البيع، ص:٦٠٩، ج:٥، دارطيبة: الرياض)

"عمدة القارى" میں ہے:

﴿وهو خداع باطل لا يحلّ﴾ هذا من كلام البخارى. (عمدة القارى، ص:٢٦٣، ج:١١، دار إحياء التراث العربى: بيروت)

"منحة البارى بشرح صحيح البخارى میں ہے:

﴿وهو خدا باطل لا يحلّ﴾ من كلام البخارى. (منحة البارى، ص:٥٦١، ج:٤، مكتبة الرشد: الرياض)

"إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى" میں ہے:

قال المؤلف: ﴿وهو خداع﴾ ..... ﴿باطل﴾ .... ﴿لا يحل﴾ فعله. وهذا قاله المؤلف تفقهًا، وليس من كلام عبد اللّٰه بن أبى أوفى. (إرشاد السارى، ص:١٠٨، ج:٥، العلمية: بيروت)

"ضياء السارى فى مسالك أبواب البخارى" میں ہے:

﴿وهو خداع باطل لا يحل﴾ ليس هذا من تتمة كلام ابن أبى أوفى؛ بل هو من تفقه المصنف. (ضياء السارى، ص:٤٣٧، ج:١٦، دارالنوادر: سورية)

"حاشية التاودى بن سودة على صحيح البخارى" میں ہے:

﴿وهو خداع باطل لا يحل﴾ هذا من كلام المصنف، لا من كلام ابن أبى أوفى. (حاشية التاودى بن سودة على صحيح البخارى، ص:٤٠٢، ج:٢، العلمية: بيروت)

"الفجر الساطع على الصحيح الجامع" میں ہے:

﴿وهو خداع﴾: هذا من قول المصنف. (الفجر الساطع، ص:٣٦، ج:٦، الرشد: الرياض)

(۲) دوسرا اوہم یہ ہے کہ ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کے مذکورہ بالا اثر: الناجشُ آكلُ الربوا خائنٌ **کے متعلق ذکر کیا ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو تعلیقاً ذکر فرمایا ہے۔ بلاشبہ یہ اثر** "صحيح البخارى، كتب البيوع، باب النجش، ص:٢٨٧، ج:١، قديمى: کراچی **میں تعلیقاً مذکور ہے؛ لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو** "صحح بخارى"، كتاب الشهادات، باب قول الله تعالىٰ: ﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ يَشۡتَرُوۡنَ بِعَهۡدِ اللّٰهِ وَاَيۡمَانِهِمۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا﴾. **میں موصولاً نقل کیا ہے۔** "صحيح بخارى"، كتاب الشهادت **میں ہے:**

حَدَّثَنا إسحاقُ أَخبَرَنا يزيدُ بنُ هارونَ أَخبَرَناالعَوّامُ حَدَّثَنِى إبراهيمُ أبو إسماعيلَ السَّكۡ سَكِيٌّ سَمِعَ عبدَ اللّٰهِ بنَ أبى أوفى – رضى الله عنهما – يقول: أَقامَ رجلٌ بِسِلۡعَةٍ (سِلۡعَتَهٗ) فَحَلَفَ بِاللّٰهِ لقد أَعۡطىٰ بها مالم يُعۡطِ فَنَزَلَتۡ: ﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ يَشۡتَرُوۡنَ بِعَهۡدِ اللّٰهِ وَاَيۡمَانِهِمۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا﴾. وقال ابنُ أبى أوفى: الناجشُ آكلُ الربوا خائنٌ. (صحيح بخارى، كتاب الشهادات، باب قول الله تعالىٰ: ﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ يَشۡتَرُوۡنَ بِعَهۡدِ اللّٰهِ وَاَيۡمَانِهِمۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا﴾، ص:٣٦٧، ٣٦٨، ج:١، قديمى: کراچی)

حدیث مذکور کے تحت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقوله: ﴿قل ابن أبى أوفى: الناجش آكل ربًا خائن﴾ وهو موصول بالإسناد المذكور إليه. (فتح البارى، كتاب الشهادات، باب قول الله تعالىٰ: ﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ يَشۡتَرُوۡنَ بِعَهۡدِ اللّٰهِ وَاَيۡمَانِهِمۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا﴾، ص:٥٥٥، ج:٦، دار طيبة: الرياض)

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿وقال ابن أبى أوفى: الناجش آكل ربًا خائن﴾ هو موصول بالإسناد

المذكور إليه. (عمدة القاری، ص:٢٥٥، ج:١٣، دار إحياء التراث العربی: بيروت)

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿وقال﴾ ..... ﴿ابن أبی أوفی﴾ عبد اللّٰه بالسند السابق. (ارشاد الساری، ص:١٣٤، ج:٦، العلمية: بيروت)

یہ زیادتی ''صحیح بخاری'' میں ہے

☆ ''صحیح بخاری'' کتاب الشرکة میں ہے:

عَنْ زُهْرَةَ بنِ مَعبدٍ عَنْ جَدهِ عبدِ اللّٰهِ بنِ هِشامٍ وكَانَ قَدْ اَدْرَكَ النبیَّ صلی اللّٰه عليه وسلم وذَهبتْ بِهِ أمُّهُ زينبُ بنتُ حُميدٍ إلیٰ رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم فقالت: يا رسولَ اللّٰه بَايِعْهُ، فَقال: هو صغيرٌ، فَمَسَحَ رأسَهُ وَدَعَا لَهُ. (صحيح بخاری، كتاب الشركة، باب الشركة فی الطعام وغيره، ص:٣٤٠، ج:١، قديمی)

''زُہرہ بن معبد اپنے دادا حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا ہے، ان کی والدہ زینب بنت حُمید رضی اللہ عنہا ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اسے بیعت کرلیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ چھوٹا ہے، پس آپ نے ان (عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ) کے سر پر دستِ مبارک پھیرا اور ان کے لیے دعا کی۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (۷۷۳-۸۵۲ھ) حدیث مذکور کے تحت بہ طور تنبیہ تحریر فرماتے ہیں:

وقع فی رواية الإسماعيلی ''وكان – يعنی عبد اللّٰه بن هشام – يضحّی بالشاة الواحدة عن جميع أهله'' فعزا بعض المتأخرين هذه الزيادة للبخاری فأخطأ. (فتح الباری، ص:١٦٢، ج:٥، دارالريان: القاهرة)

''اسماعیلی کی روایت میں واقع ہوا ہے: وكان – يعنی عبد اللّٰه بن هشام – يضحّی بالشاة الواحدة عن جميع أهله (اور آپ-یعنی عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ-اپنے تمام گھر والوں کی طرف سے ایک بکری کی قربانی کرتے تھے) بعض متأخرین نے اِس زیادتی کو بخاری کی طرف منسوب کیا، انھوں نے غلطی کی۔''

بندہ کہتا ہے:

حافظ الدنیا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کو استحضار نہیں رہا اور یہ زیادتی اسماعیلی کے حوالے سے نقل کرکے بعض المتأخرین کا تخطیہ فرمادیا، ورنہ واقعتاً یہ زیادتی "صحیح بخاری" میں ہے؛ چناں چہ "صحیح بخاری" کتاب الأحکام میں ہے:

... عَنْ جَدِّهِ عبدِ اللّٰہِ بنِ هِشامٍ وَكانَ قَدْ أَدْرَكَ النبیَّ صلی اللّٰہ علیه وسلم وَذَهبتْ بِهِ أُمُّه زینبُ بنتُ حُمیدٍ إلیٰ رسولِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیه وسلم فَقالَتْ: یا رسولَ اللّٰہ بَایِعْهُ، فَقَالَ النبیُّ صلی اللّٰہ علیه وسلم: هو صغیرٌ، فَمَسَحَ رأسَه ودعا له، وكان یضحّی بِالشّاةِ الواحِدةِ عَنْ جَمیعِ أهلِهِ. (صحیح بخاری، کتاب الأحکام، باب بیعة الصغیر، ص:۱۰۷۰، ج:۲، قدیمی: کراچی)

(جاری)

نئی کتاب

نام کتاب	:	اعظم گڑھ تاریخ کے آئینے میں
مؤلف	:	ڈاکٹر مرزا انصار بیگ
صفحات	:	۲۹۴
قیمت	:	۲۰۰روپے
ملنے کا پتہ	:	دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ (یوپی)
تبصرہ نگار	:	مولانا اشتیاق احمد قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند

ہندوستان کے جس خطہ کو اپنے علم وفن اور فضل وکمال میں امتیاز حاصل ہے، ان میں اترپردیش بہت ممتاز ہے، اس میں اعظم گڑھ کئی لحاظ سے سرفہرست ہے کہ یہاں بڑے بڑے مشاہیر پیدا ہوئے، علم ودانش کے اس خطے میں بڑی بڑی قدآور شخصیات نے جنم لیا، جنھوں نے قوم وملت کی رہنمائی میں اہم کردار ادا کیا، سیاست کے ایوانوں میں بھی ان کی گونج سنی گئی اور وکالت وعدالت کی کرسی پر بھی وہ رونق افروز ہوئے، تحقیق وتصنیف کے میدانوں میں بھی انھوں نے اپنا سکہ جمایا، یہ وہی اعظم گڑھ ہے جس کو بکرماجیت سنگھ (نومسلم) کے صاحب زادے راجہ اعظم شاہ (۱۶۶۵ء) نے اپنے نام سے بسایا، اس نسل میں بادشاہت چھ پُشت تک قائم رہی۔ آخری تاج دار راجہ محمد اعظم شاہ (۱۹۸۸ء) ہے، آج ان کی نسل زندہ ہے؛ مگر حکومت وسیاست سے دور، عوامی زندگی گزار رہی ہے ــــ اس موضوع پر راقم الحروف نے سب سے پہلے استاذ محترم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی زیدمجدہٗ (ایڈیٹر ماہ نامہ دارالعلوم اور استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند) کی کتاب: ''تذکرہ علمائے اعظم گڑھ'' پڑھی اس سے اندازہ ہوا کہ یہ خطہ صدیوں سے زرخیز رہا ہے، پانچویں صدی ہجری میں وہاں اسلام کی روشنی پہنچی اور مؤمنین کے قلوب میں روشن سورج کی طرح چمکنے لگی، آج اس کی ضوفشانی نے دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ

کردیا ہے، وہ خطہ تحریکات کی آماج گاہ ہے اور بہت سے روشن خیال شخصیات کی جائے پیدائش بھی؛ اعظم گڑھ میں مسلمانوں کی برادری میں ایک ''روتارہ'' نامی برادری ہے، اس کی تشریحات میں مؤرخین کے ڈھیر سارے اقوال اور تاویلات ہیں، اعظم گڑھ کے علاوہ جون پور، گورکھپور، بلیا وغیرہ میں بھی یہ برادری ہے؛ مگر بہت کم اور طرفہ یہ کہ شیخ، پٹھان اور مغل بادشاہوں کی نسلوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، اس کو راج پوت کا سرنیم بھی بتایا جاتا ہے، راؤ (راجہ) اور ترک سے مرکب بھی کہتے ہیں، بعض لوگوں نے اِسے ''راوت'' (ذات) سے مشتق مانا ہے؛ مگر اس کتاب میں اس کی تردید اور تغلیط کی گئی ہے، اس نسل کے بارے میں مشہور ہے کہ اکبر بادشاہ کے زمانے میں اس کی شہرت ہوئی؛ غرض یہ کہ مذکورہ بالا کتاب میں اس موضوع پر اچھا خاصا مواد جمع کیا گیا ہے، اس میں قارئین کے لیے دلچسپی کا سامان ہے۔

یہ کتاب مؤلف کی اپنی کاوش نہیں ہے؛ بلکہ مختلف علمی اور قلمی شخصیات کی تحقیقی نگارشات کو جمع کیا ہے، اس میں اعظم گڑھ سے متعلق اچھی خاصی معلومات ہیں، حضرت الاستاذ کے معلوماتی اور تحقیقی مقالے کو مرتب نے مقدمہ بنایا ہے، اس مقدمہ میں اعظم گڑھ سے متعلق بنیادی معلومات موجود ہیں، اس خطہ کی تاریخ پڑھنے والا اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، اسی طرح حضرت قاضی اطہر صاحب مبارک پوری، مولانا نجم الدین اصلاحی، مولانا حقانی القاسمی، ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی اور جناب محمد رضی چودھری وغیرہ جیسی شخصیات کی تحقیقی تحریریں ہیں؛ اس طرح یہ کتاب گلہائے رنگا رنگ کا حسین وجمیل گلدستہ ہے، کتابت کی چند غلطیوں کے علاوہ کوئی قابلِ ذکر کمی اس میں نظر نہ آئی۔ اللہ تعالیٰ اس تصنیف کو قبول فرمائیں۔

❁ ❁ ❁